ڈاکٹر شازیہ عنبرین

اُردو میں تدوینِ متن-آغاز اور روایت

'Tadveen' (Editing) is an important part of research. Start and tradition of tadveen in Urdu is critically analysed in this article. Valuable comments are given on different works and a research oriented study of this tradition is undertaken by the writer.

تدوین کا علم ایک سائنس ہے اور تدوین کا عمل ایک فن ہے جس کو تحقیق کی ایک شاخ قرار دیا جاتا ہے۔ اس کا بنیادی کام علمی و ادبی متون کو ان کی اصلی اور حقیقی حالت میں مصنف کی منشا کے مطابق بحال کرنا اور ان کی بازیافت کرنا ہے۔ اُردو تحقیق میں سب سے پہلا اور بنیادی مسئلہ متن اور تصحیح متن کا ہے۔ اُردو نظم و نثر کی مسلسل تخلیق بہمنی دور سے شروع ہوتی ہے۔ اُردو عوامی زبان تھی، اس کی ادبی اور غیر ادبی تحریروں کو عام لوگوں نے پسند کیا۔ یہ تحریریں زبانوں پر چڑھ کر دُور دُور تک مشتہر ہوئیں، سینوں میں محفوظ ہو کر زبانوں پر غالب رہیں، لیکن اس ہر دل عزیزی کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ اپنے حافظے اور مذاق کے مطابق اس میں ترامیم کرتے رہے، کچھ اُردو کے اہلِ قلم بھی لااُبالی واقع ہوئے، انہوں نے اپنی تخلیقات کو اپنے ہاتھ سے لکھ کر محفوظ کرنے کی طرف بالکل توجہ نہیں دی۔ ان کے دور میں ان کے مفصل اور مستند حالات قلم بند نہیں کیے گئے جس کی وجہ سے ادیبوں کے حالات اور تخلیقات میں بعید از حقیقت عناصر دخیل ہو گئے، تاریخِ ادب کی ان گمشدہ کڑیوں کی بازیافت کے لیے تاریخِ ادب کے ان ادب پاروں اور ان کے خالقوں کے حالاتِ زندگی کو غیر مسخ شدہ معتبر ہیئت میں پیش کرنے کے لیے ہمارے محقق کاوش کر رہے ہیں۔ قدیم متون کی تحقیقی ترتیب و تدوین کا شمار ادبی تحقیق کے اہم ترین دائرہ کار میں ہوتا ہے جو کسی روایت یا روایتوں کی محض جمع آوری و ترتیب دہی کے کام سے بہت مختلف ہے۔ یہ کام اساسی اہمیت کا حامل ہے۔ اُردو میں ادبی تحقیق کا باقاعدہ آغاز انیسویں صدی کے نصف آخر میں ہوا۔ ادبی تحقیق کے ابتدائی نقوش اُردو شاعروں کے تذکروں میں نظر آتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اُردو کی ادبی تحقیق کا پہلا قدم یہی تذکرے ہیں جو دکن، گجرات اور شمالی ہند کے مختلف مقامات پر لکھے گئے۔ ان تذکروں میں حالات کی وہ تفصیل اور صحت تو نہیں ملتی جو بعد کے تذکروں اور تواریخِ ادب میں ہے لیکن اپنی تمام تر کمزوریوں کے باوجود ان قدیم تذکروں سے صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا۔

رشید حسن خاں، اُردو کی ادبی تحقیق کا آغاز بیسویں صدی کے آغاز سے کرتے ہیں[۱]۔ ڈاکٹر خلیق انجم کے نزدیک "بیسویں صدی کے نصف اول میں اُردو تحقیق اور تدوین کی طرف زیادہ توجہ دی گئی۔"[۲] ڈاکٹر وحید قریشی اُردو میں ادبی تحقیق کا آغاز 'دورِ سرسید' سے کرتے ہیں[۳]۔ ڈاکٹر تبسم کاشمیری بھی ڈاکٹر وحید قریشی کے ہم خیال ہیں، لکھتے ہیں:

> "اُردو میں تحقیق کی روایت تقریباً ایک صدی پرانی ہے۔ اُنیسویں صدی کے ربع آخر میں حالی، شبلی اور آزاد کے کارناموں سے اُردو میں جدید تحقیق کا آغاز ہوتا ہے۔"[۴]

اُنیسویں صدی میں مطبع منشی نولکشور کا کام بھی بے حد نمایاں ہے۔ ۱۸۵۷ء کے بعد مشرقی علوم اور بالخصوص اُردو ادبیات کی ہزاروں کتابیں منشی نولکشور نے شائع کیں۔ مطبع منشی نولکشور صرف ایک مطبع ہی نہیں تھا بلکہ مشرقی علوم وفنون کی توسیع واشاعت، ترقی اور بقا کا ایک ایسا ادارہ تھا جس نے منشی نولکشور کی سرپرستی اور رہنمائی میں علوم وفنون کے گمشدہ خزانوں کا پتہ لگایا، ان کو منظر عام پر لایا، نایاب اور کمیاب، بیش بہا اور ضخیم کتابوں کی طباعت واشاعت کی اور عوام میں علم وادب کا ذوق پیدا کیا اور نہ صرف ہندوستان میں بلکہ ایشیا میں اُردو زبان کی معرفت علم کی شمع روشن کر کے بے شمار پروانے پیدا کر دیئے[۵]۔ مطبع منشی نولکشور کی خدمات سے انکار ناممکن ہے لیکن ان کے شائع کیے ہوئے متون تدوین کے اصولوں پر پورے نہیں اُترتے۔ ۵۶-۱۸۵۵ء میں سرسید احمد خاں نے 'آئین اکبری' کی جدید خطوط پر تصحیح وترتیب کی۔ لیکن اس کے باوجود سرسید احمد خاں کے اس کام کو اُردو میں تدوین متن کی روایت کا نقطۂ آغاز قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ یہ کام فارسی کا تھا اور اس کا موضوع ادب نہیں تاریخ ہے۔ ڈاکٹر گیان چند جین حسرت موہانی کو جدید اُردو تحقیق کا بانی قرار دیتے ہیں:

> "جدید اُردو تحقیق اور اس کی شاخ تدوین متن دونوں کی بسم اللہ بیسویں صدی کے پہلے دہے میں ہوتی ہے۔ حسرت موہانی نے علی گڑھ کالج کی انجمن اُردوئے معلی میں بعض شعراء کے حالات پر مضامین پڑھے، مثلاً ۱۹۰۲ء-۱۹۰۱ء میں نسیم دہلوی، منیر اور سالک پر۔ طالب علی خاں عیشی پر ان کا مضمون 'مخزن' ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا۔ جولائی ۱۹۰۳ء میں انہوں نے اپنا رسالہ اُردوئے معلی جاری کیا اور اس میں شعرا کے حالات اور تنقید کلام لکھنے کا سلسلہ شروع کیا۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء کے شمارے میں شاہ حاتم کے اور دسمبر ۱۹۰۳ء کے شمارے میں میر محمدی بیدار کے حالات لکھے۔ انہوں نے دوسرے لوگوں سے بھی شعراء پر مضامین لکھا کر اپنے پرچے میں شائع کیے۔"[۶]

۱۹۰۶ء میں مولانا شبلی نعمانی نے لطف کا تذکرہ 'گلشن ہند' مرتب کیا جس کے لیے مقدمہ مولوی عبدالحق نے لکھا۔ ڈاکٹر گیان چند جین کا اصرار ہے کہ

> "اگر حسرت موہانی کے حالات شعراء کو جدید تحقیق کا بانی تسلیم کرنے میں تامل ہو تو

مولوی عبدالحق کے مذکورہ بالا مقدمے کو بالیقین اُردو کا پہلا جدید تحقیقی مضمون ماننا پڑے گا۔اس دور کے لحاظ سے اس میں قابل قدر تحقیقی معلومات ملتی ہیں۔''[۷]

ان کے علاوہ حافظ محمود شیرانی، مولوی عبدالحق، ڈاکٹر محی الدین قادری زور، عبدالسلام ندوی، مولوی محمد شفیع، سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالحئی، ڈاکٹر عبدالستار صدیقی وغیرہ کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں جنہوں نے صحیح معنوں میں اُردو میں تحقیق کا آغاز کیا۔اُردو، فارسی اور عربی کے قدیم سرمائے کو دریافت کیا، متون کی ترتیب وتصحیح کی، تاریخ ادب کے غیر معلوم گوشوں کو دریافت کیا، زبان کے آغاز وارتقاء کی نشان دہی کی، ادیبوں اور شاعروں کے حالات وواقعات کو متعین کیا اور وہ سرمایہ مہیا کیا جس سے تاریخ ادب کی تدوین کا کام ممکن نظر آنے لگا۔

مولوی عبدالحق (۱۸۷۰ء-۱۹۶۱ء) نے اردو ادب کی تاریخ جو اٹھارویں صدی سے شروع ہوتی تھی، اس میں کئی صدیوں کا اضافہ کیا۔مولوی عبدالحق نے نکات الشعراء (میر تقی میر)، گل عجائب (اسد علی تمنا اورنگ آبادی)، تذکرہ ریختہ گویاں (فتح علی حسینی)، تذکرہ ہندی، ریاض الفصحاء، عقد ثریا (مصحفی)، مخزن الشعراء (نورالدین حسین خاں فائق رضوی)، مخزن نکات (قائم چاند پوری)، چمنستان شعراء (لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی)، قطب مشتری (ملاوجہی)، گلشن عشق (نصرتی)، خواب و خیال (میر اثر)، جنگ نامہ سید عالم علی خاں (غضنفر)، دیوان اثر (میر اثر)، دیوان تاباں (عبدالحئی تاباں دہلوی)، انتخاب کلام میر (میر تقی میر)، انتخاب داغ (داغ دہلوی)، سب رس (ملاوجہی)، باغ و بہار (میر امن)، کہانی رانی کیتکی اور کنور اودے بھان کا (انشاء اللہ خان انشاء)، ذکر میر (میر تقی میر)، معراج العاشقین (خواجہ بندہ نواز گیسودراز)، دریائے لطافت (انشاء اللہ خان انشاء) جیسے قدیم متون کی ترتیب وتدوین کر کے انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد سے شائع کیے اور اُردو شعر وادب کی تاریخ کو اپنے اہم ترین مآخذات سے متعارف کرایا۔مولوی عبدالحق کا یہ عظیم ادبی کارنامہ ہے کہ انہوں نے دکنی ادب کے شعری اور نثری متون دریافت کیے۔دکنی اُردو کے بیش بہا مخطوطات نجی کتب خانوں اور خانقاہوں کی الماریوں میں دیمک کی نذر ہو رہے تھے۔مولوی عبدالحق نے پہلی بار دکنی ادب کے مخطوطات حاصل کر کے انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد کی لائبریری میں داخل کیے، انہوں نے دکنی ادب کے ایسے بہت سے نثر نگاروں اور شاعروں کا تعارف کرایا جن کے نام سے کوئی واقف نہیں تھا۔دکنیات کے ان قدیم متون کے تعارف سے مولوی عبدالحق نے تاریخ ادب اُردو میں ڈھائی سو سال کا اضافہ کیا۔

حافظ محمود شیرانی (۱۸۸۰ء-۱۹۴۶ء) نے قدیم مشرقی انداز تعلیم اور جدید مغربی انداز دونوں سے فیض پایا تھا، مزاجاً ان کو تحقیق سے مکمل مناسبت تھی، انہوں نے جو علمی کارنامے انجام دیئے ان کا نمایاں حصہ تدوین متن سے تعلق رکھتا ہے۔ انہوں نے ۱۹۱۱ء میں ڈاکٹر ''ہنری سٹب'' (Henry Stubbe) کی اسلام کے موضوع پر انگریزی کتاب "An account of rise and progress of

Mahometaism with the life of Mahomet and a Vindication of him and his religon from the columnies of the Christains." مدوّن کر کے لندن سے شائع کی۔ حکیم قدرت اللہ قاسم کے تذکرے ''مجموعۂ نغز'' (پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۳۳ء) اور ''خالق باری'' (انجمن ترقی اُردو (ہند)، ۱۹۴۴ء) کی تدوین ان کے نمایاں کارنامے ہیں۔

اُردو تحقیق میں ان کا سب سے بڑا کارنامہ امیر خسرو کو دو تصانیف سے ''بری الذمہ'' کرنا ہے۔ ایک ''قصہ چہار درویش'' اور دوسرے مثنوی ''خالق باری''۔ خالق باری، کی تدوین کے ضمن میں حافظ محمود شیرانی کی متنی تحقیق اور تاریخ کا کام نہایت شان دار ہے۔ گو اس مختصری تالیف کی تدوین ۱۹۴۴ء میں مکمل ہوئی، تاہم اس کے انتساب کا مسئلہ مدوّن کے اٹھارہ برس کے مسلسل غور و فکر کا ارتقائی نتیجہ ہے۔ وہ پہلے محقق ہیں جنہوں نے متعدد مضبوط شواہد کی بنا پر ''خالق باری'' کے امیر خسرو کی تالیف ہونے کے عمومی عقیدے پر تشکک کی نگاہ ڈالی۔ [۸] ''خالق باری'' کے متن کی ترتیب و تصحیح کا کام کثرت مواد کی وجہ سے بہت پیچیدہ اور دشوار تھا۔ حافظ محمود شیرانی نے ''خالق باری'' کے مطبوعہ نسخے رَد کر دیئے اور قلمی نسخوں میں پوری چھان بین کے بعد چھ نسخے منتخب کیے اور ان کے اختلاف حواشی میں درج کیے۔ ''خالق باری'' میں حافظ محمود شیرانی نے دو دیباچے لکھے۔ پہلے دیباچے میں کتب نصاب کے آغاز پر تفصیلی بحث کی اور ''خالق باری'' کے امیر خسرو سے انتساب کی تردید میں اس تالیف کی اغلاط کا تجزیہ بھی کیا اور دوسرا دیباچہ لکھنے کی ضرورت انجمن ترقی اُردو والے نسخے نوشتہ ۱۱۸۷ھ کی دریافت کے سبب پیش آئی۔

حافظ محمود شیرانی کے علاوہ مولوی عبدالحق، حکیم شمس اللہ قادری، نصیرالدین ہاشمی، ڈاکٹر محی الدین قادری زور اور پروفیسر عبدالقادر سروری وغیرہ نے بھی دکنیات میں نمایاں کام کیا۔ شمالی ہند کے اُردو ادب پر احسن مارہروی، رام بابو سکسینہ، پروفیسر نورالحسن ہاشمی، ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، مولانا غلام رسول مہر، شیخ محمد اکرام، قاضی عبدالودود، مالک رام، شیخ چاند، مسعود حسن رضوی ادیب، ڈاکٹر ظہیرالدین مدنی اور افتخار عالم مارہروی کے نام قابل ذکر ہیں۔

ڈاکٹر محی الدین قادری زور (۱۹۰۵ء-۱۹۶۲ء) کو بھی دکنی اُردو سے عشق تھا۔ دکن کی سرزمین سے والہانہ وابستگی نے انہیں اُردو کے اس قدیم اور اہم مرکز کے ادب پاروں کی بازیافت کی طرف متوجہ کیا۔ ۱۹۳۴ء میں انہوں نے نواب علی ابراہیم خاں کے فارسی تذکرہ ''گلزار ابراہیم'' کو مدوّن کیا۔ اس تذکرے کی اہمیت کے پیش نظر ڈاکٹر جان گلکرسٹ کی فرمائش پر 'مرزا علی لطف' نے (۱۲۱۵ھ/۱۸۰۰ء) میں ''گلزار ابراہیم'' سے انتخاب کر کے ''گلشن ہند'' کے نام سے اڑسٹھ (۶۸) شاعروں کا احوال ترجمہ کیا۔ یہ تذکرہ شبلی نعمانی کی تصحیح و تحشیہ اور مولوی عبدالحق کے مقدمے کے ساتھ ۱۹۰۶ء میں (رفاہ عام اسٹیم پریس، لاہور) سے شائع ہوا۔ ڈاکٹر زور نے ۱۹۳۴ء میں تذکرہ ''گلزار ابراہیم'' کو مع تذکرہ ''گلشن ہند'' مدوّن کیا۔

''کلیات سلطان محمد قلی قطب شاہ'' (۱۹۴۰ء) کی تدوین ڈاکٹر زور کا یادگار کارنامہ ہے، مولوی

عبدالحق نے ۱۹۲۲ء میں رسالہ ''اُردو'' میں محمد قلی قطب شاہ کی شاعری پر ایک مضمون قلم بند کیا تھا لیکن اس اوّلین شاعر کے مفصل حالاتِ زندگی اور شاعری پر ایک مبسوط کتاب تحریر کر کے اسے عوام سے روشناس کرانے کا اہم کام ڈاکٹر زور نے انجام دیا۔ ۱۹۵۷ء میں ڈاکٹر زور نے سید محمد والہ کی مثنوی ''طالب و موہنی'' مرتب کی۔ ''طالب وموہنی'' کا قصہ سید محمد والہ نے مہاراشٹر کے تاریخی شہر پرینڈہ میں سُنا تھا اور اس داستانِ عشق سے متاثر ہو کر انہوں نے اُسے دکنی میں ۱۱۵۰ھ/ ۱۷۳۷ء سے قبل مرتب کیا۔[۹]

سید مسعود حسن رضوی ادیب (۱۸۹۳ء- ۱۹۷۵ء) کی تصانیف کا دائرہ بے حد وسیع ہے، قدیم اُردو، اُردو تذکرہ نگاری، تنقیدِ شعر، تاریخ و تنقید، مرثیہ، اُردو ڈراما، رہسیہ، غالبیات، اودھ کی تہذیبی تاریخ اور معاشرت جیسے متنوع موضوعات پر طبع آزمائی کی۔ اُردو ترتیب و تدوین کی روایت میں ''فیضِ میر'' (میر تقی میر)، ''مجالسِ رنگین'' (سعادت یار خاں رنگین)، ''دیوان فائز'' (فائز دہلوی)، ''روحِ انیس'' (میر انیس)، ''متفرقاتِ غالب'' (غالب کے خطوط، غزلیں، نظمیں)، ''رادھا کنہیا'' (واجد علی شاہ)، ''اندرسبھا'' (امانت لکھنوی) اور ''تذکرہ گلشن سخن'' (مردان علی خان مبتلا لکھنوی) کی تدوین ڈاکٹر مسعود حسین رضوی ادیب کے نمایاں کام ہیں۔[۱۰]

قاضی عبدالودود (۱۸۹۶ء-۱۹۸۴ء) نے اُردو تحقیق و تدوین کو ایک نیا ضابطہ اور نیا آئین دینے کی کوشش کی، جہاں اس کی خلاف ورزی دیکھی وہاں سختی سے مواخذہ کیا۔ ۱۹۵۰ء کے بعد ادبی تحقیق میں احتیاط پسندی کا جو رجحان بڑھا، مضبوط دلیلوں کے بغیر دعوؤں کو قبول نہ کرنے کا انداز جس طرح فروغ پذیر ہوا اور منطقی طرزِ استدلال نے جس قدر اہمیت حاصل کی، ان عناصر کے فروغ میں قاضی عبدالودود کی تحریروں کا بڑا حصہ ہے۔ قاضی عبدالودود کی مرتبہ کتابوں میں ''دیوان جوشش'' (جوشش عظیم آبادی)، ''قطعاتِ دلدار'' (دلدار بیگ دلدار) اور ''تذکرہ شعراء'' (ابنِ امین اللہ طوفان) خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ان کتابوں کی تصحیح میں انہوں نے جو طریقہ کار برتا ہے اس سے انتقادِ متن کے اُصول متعین ہوتے ہیں۔ ''عیارستان'' اور ''اشتر وسوزن'' ان کے مضامین کے مجموعے ہیں۔ قاضی عبدالودود نے جو تحقیقی کام کیے ان کی موضوعات کے اعتبار سے اتنی اہمیت نہیں ہے جتنی اصول، طریقہ کار اور طرزِ استدلال اور استنباط کے اعتبار سے ہے۔ اُردو تحقیق میں ان کا اصل مقام ان کے تبصروں کی وجہ سے ہے، انہوں نے ''دیوان فائز'' (مرتبہ مسعود حسین رضوی ادیب)، ''میر تقی میر'' (خواجہ احمد فاروقی)، ''بہار میں اُردو زبان و ادب کا ارتقاء'' (ڈاکٹر اختر اورینوی)، ''دِلّی کا دبستان شاعری'' (ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی)، ''مثنویاتِ راسخ'' (ڈاکٹر مختار احمد)، ''مرقع شعراء'' (رام بابو سکسینہ) پر تبصرے کیے، ان کے علاوہ ''غالب بحیثیت محقق''، ''آزاد بحیثیت محقق'' اور ''عبدالحق بحیثیت محقق'' جیسے مضامین سے تحقیق کے معیار قائم کیے۔ حقائق کی بازیافت کے سلسلے میں ''شک'' کو جو بنیادی حیثیت حاصل ہے قاضی عبدالودود کی تحریروں نے اس کو نمایاں کیا اور اُردو میں ادبی تحقیق کو سائنسی انداز اور منطقی استدلال کی ضرورت اور اہمیت سے آگاہ کیا۔[۱۱]

پروفیسر عبدالقادر سروری (۱۹۰۶ء) کا تعلق ڈاکٹر زور کی طرح جامعہ عثمانیہ سے تھا، ترتیب و تدوین کے حوالے سے انہوں نے اہم کام سرانجام دیئے۔ ابن نشاطی کی مثنوی ''پھول بن''، جنعتی کی مثنوی ''قصہ بے نظیر''، شاہ صدرالدین کی ''مراۃ الاسرار'' کو پہلی مرتبہ مرتب کیا۔ ان کا سب سے اہم کارنامہ سراج اورنگ آبادی کے کلیات کی تدوین ہے جس پر مفصل مقدمے کے ساتھ ساتھ سراج اورنگ آبادی کے کلام کا انتخاب بھی ترتیب دیا۔

اُردو تدوین کی روایت میں مولانا امتیاز علی عرشی (۱۹۰۴ء) کی بنیادی پہچان ماہر غالبیات کی ہے۔ مثالی تدوین کے کیا تقاضے ہوتے ہیں، مولانا عرشی نے انہیں عملاً واضح کیا۔ ۱۹۳۷ء میں انہوں نے ''مکاتیب غالب'' کے عنوان سے والیان رام پور کو لکھے گئے'' غالب کے خطوط'' صحت متن کے ساتھ پیش کر کے ترتیب متن کی بہترین مثال پیش کی۔ غالب نے اپنے فارسی اور اُردو کلام کا انتخاب کر کے نواب کلب علی خاں کو بھیجا تھا، مولانا عرشی نے اسے دریافت کر کے ۱۹۴۲ء میں مرتب کر کے شائع کیا۔ ۱۹۴۷ء میں انہوں نے ''فرہنگ غالب'' کے نام سے ایک کتاب مرتب کر کے شائع کی۔ غالبیات میں مولانا عرشی کا سب سے اہم اضافہ ''دیوانِ غالب'' (نسخۂ عرشی) ہے جس کا پہلا ایڈیشن انجمن ترقی اُردو (ہند) نے ۱۹۵۸ء میں اور دوسرا، ۱۹۸۳ء میں شائع کیا۔ احمد علی یکتا نے ۱۸۴۴ء میں ''دستور الفصاحت'' لکھی تھی جو بلاغت کی کتاب ہے اس میں جن شعراء کے اشعار درج کیے گئے تھے ساتھ ہی ان شعراء کے حالات بھی لکھے گئے تھے، مولانا عرشی نے ۱۹۴۳ء میں ''دستور الفصاحت'' مرتب کی۔

قدیم متون کی تدوین کے حوالے سے مالک رام نے بھی قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ اس سلسلے کی سب سے اہم کڑی مولانا ابوالکلام آزاد کی تصانیف کی تدوین جدید بالخصوص ان کے متون کی تصحیح اور ترتیب ہے۔ ان میں ''تذکرہ''، ''غبار خاطر'' اور'' خطبات ابوالکلام آزاد'' خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ غالب نے اپنے اُردو اور فارسی کلام کا انتخاب ''گل رعنا'' کے نام سے کیا تھا، مالک رام کو اس کا مکمل نسخہ ایک حیدرآبادی دوست سے حاصل ہوا، انہوں نے اسے مقدمے کے ساتھ ۱۹۷۰ء میں مرتب کیا۔ کلیات نظم فارسی کی اشاعت کے بعد غالب کا جو کلام جمع ہو گیا تھا، اسے غالب نے ۱۸۶۷ء میں ''سبد چین'' کے نام سے شائع کیا، مالک رام نے نواب صدر یار جنگ کے کتب خانے سے'' سبد چین'' کا نسخہ حاصل کر کے ۱۹۳۸ء میں اسے مدوّن کیا اور غالب کا وہ فارسی کلام جو کسی دوسرے مجموعے میں نہیں تھا وہ بھی اس میں شامل کر دیا۔ اس کے علاوہ ''دیوان غالب'' (صدی ایڈیشن، ۱۹۶۹ء)، ''دستنبو'' اور'' یادگارِ غالب'' بھی مدوّن کیں۔ [۱۲]

رشید حسن خان (۱۹۳۰ء) موجودہ زمانے کے حق گو اور بے باک محقق ہیں، انہوں نے نہ صرف تدوین متن کے بنیادی اُصولوں پر بڑی تعداد میں مضامین لکھے بلکہ عملی طور پر ترتیب و تدوین کے مثالی نمونے بھی پیش کیے۔ رشید حسن خان نے ''باغ و بہار'' (میر امّن)، ''فسانۂ عجائب'' (رجب علی بیگ

سرور)، ''گلزار نسیم'' (پنڈت دیا شنکر نسیم) اور ''مثنویات شوق'' (نواب مرزا شوق) کو تحقیق کے جدید اُصولوں کی بنیاد اور زبان و بیان کے پختہ مآخذات کو سامنے رکھ کر مرتب کیا ہے۔ ان کی یہ کاوش اُردو ادب اور خصوصاً جدید تحقیق میں قابل قدر اضافہ ہے۔ ان کا ایک تاریخی کام ''انتخاب کلام ناسخ'' (امام بخش ناسخ) ہے۔ جس میں پہلی بار انہوں نے یہ ثابت کیا کہ ناسخ سے تحریک اصلاح زبان کا انتساب درست نہیں، جن قواعد کو ناسخ سے منسوب کیا گیا ہے ان کے وضع کرنے والے درحقیقت تلمیذ ناسخ ''رشک'' ہیں۔ مقدمے میں رشید حسن خاں نے ناسخ کی شاعری اور ان سے منسوب ''اصلاح زبان'' کے مسائل پر اس طرح گفتگو کی ہے کہ ساری مبہم باتیں روشن اور سارے مفروضات کا دھندلکا صاف ہو گیا ہے۔ ناسخ نے رباعیاں اور مثنویاں بھی لکھیں لیکن مذکورہ بالا انتخاب صرف غزلیات تک محدود ہے۔

ماہر لسانیات، محقق، نقاد، شاعر اور آپ بیتی نگار ڈاکٹر مسعود حسین خان (۱۹۱۹ء) کی ادبی شخصیت کا نمایاں ترین پہلو تدوین متن سے عبارت ہے۔ انہوں نے فیروز بیدری کی مثنوی ''پرت نامہ'' (۱۹۶۵ء)، محمد افضل کی ''بکٹ کہانی'' (۱۹۶۵ء) بہ اشتراک نور الحسن ہاشمی، عبدل کی ''ابراہیم نامہ'' (۱۹۶۹ء)، روشن علی روشن کی مثنوی ''عاشور نامہ'' (۱۹۷۲ء) بہ اشتراک سید سفارش حسین رضوی، بڑی محنت اور لگن سے مرتب کیں۔ مسعود حسین خان نے عیسوی خاں بہادر کی داستان ''قصہ مہر افروز و دلبر'' بھی مدوّن کیں۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی نے مسعود حسین خان کے نام جو خطوط لکھے تھے انہوں نے وہ خطوط بھی ۱۹۸۱ء میں مرتب کر کے شائع کر دیئے۔[۱۳]

مشفق خواجہ (۱۹۳۵ء-۲۰۰۵ء) تحقیق میں مولوی عبدالحق کے معنوی پیروکار اور دبستان کراچی کی روایت کو مستحکم کرنے والے محققین میں سے ہیں۔[۱۴] ۱۹۵۷ء سے ۱۹۷۳ء تک مشفق خواجہ انجمن ترقی اُردو، پاکستان سے وابستہ رہے اور مولوی عبدالحق کے ساتھ ''لغت کبیر اُردو'' کی ترتیب و تدوین میں مدد کی۔ ان کی ادبی شخصیت کی تشکیل میں مولوی عبدالحق کی تربیت کا بہت دخل ہے۔ مشفق خواجہ نے سعادت خان ناصر کا تذکرہ ''خوش معرکہ زیبا'' (۱۸۸۴ء) مفصل مقدمے کے ساتھ تدوین متن کے جدید سائنٹفک اُصولوں کے مطابق مرتب کیا۔ مجلس ترقی ادب لاہور نے اس تذکرے کو دو جلدوں میں شائع کیا ہے، پہلی جلد ۱۹۷۰ء میں اور دوسری ۱۹۷۱ء میں شائع ہوئی۔ ''غالب اور صفیر بلگرامی'' (۱۹۸۱ء) کے ذریعے صفیر کا بہت سا غیر مطبوعہ کلام پہلی مرتبہ منظر عام پر آیا۔ سید فرزند احمد صفیر بلگرامی کے بیشتر خطوط، کاغذات اور مسودات وراثتاً ان کے پوتے سید نور احمد بلگرامی کے بیٹے سید وصی احمد بلگرامی کو ملے تھے جن کی مدد سے مشفق خواجہ نے اپنی کتاب ''غالب اور صفیر بلگرامی'' مرتب کی اور غالب کے خطوط کے ساتھ صفیر کے خطوط بھی دے دیئے جس سے ''خطوط غالب'' کے مطالب واضح ہو گئے ہیں۔ مولوی احمد دین نے اقبال کی زندگی میں ان پر ''اقبال'' کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی، پہلی بار یہ کتاب لاہور سے ۱۹۲۳ء میں چھپی تھی لیکن شائع نہ ہو سکی کیونکہ اقبال نے اس کتاب کو پسند نہیں کیا تھا۔ اس لیے مولوی احمد دین نے

اس کتاب کے تمام نسخوں کو نذرِ آتش کر دیا تھا، اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۲۶ء میں شائع ہوا۔ نہ جانے کس طرح پہلے ایڈیشن کے دو نسخے محفوظ رہ گئے جنہیں مشفق خواجہ نے ڈھونڈ نکالا اور دونوں کا تقابل کر کے ایک تیسرا نسخہ تیار کیا اور ان تمام تبدیلیوں کی نشان دہی کی جو مولوی احمد دین نے دوسرے ایڈیشن میں کی تھیں۔ مقدمے میں مولوی احمد دین کے سوانح اور ادبی خدمات بھی بیان کیں۔ مشفق خواجہ کا تازہ ترین کارنامہ ''کلیاتِ یگانہ'' (مرزا یاس یگانہ چنگیزی لکھنوی، اکادمی بازیافت، کراچی، ۲۰۰۳ء) کی تدوین ہے۔ یگانہ کا پورا کلام اس سے پہلے کبھی شائع نہیں ہوا، جو مجموعے شائع ہوئے ان میں بھی پورا کلام موجود نہیں ہے۔ مشفق خواجہ نے پہلی بار یگانہ کا مکمل کلام جس میں نہ صرف مطبوعہ مجموعے شامل ہیں بلکہ وہ کلام بھی ہے جو یگانہ کی بیاضوں، خطوں، ہم عصر ادبی رسائل اور ''گنجینہ'' کے ایک ایسے نسخے سے دستیاب ہوا جو ۱۹۵۱ء میں خود یگانہ نے مرتب کیا تھا، پیش کیا۔ مشفق خواجہ نے کلیات میں شامل ہر غزل اور رباعی کا زمانہ تصنیف متعین کیا، مآخذ بتائے اور یگانہ نے اپنے کلام میں جو اصلاحیں اور ترامیم کیں حواشی میں ان پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔[۱۵]

شاہانِ مغلیہ میں سے شاہ عالم ثانی اور اس کے فرزندوں نے اُردو زبان و ادب کی بڑی خدمت کی ہے، اس کے فرزند جہاں دار شاہ کو اُردو شاعری سے بڑی محبت اور لگاؤ تھا، جہاں دار شاہ کا دیوان ڈاکٹر وحید قریشی نے مرتب کیا اور مقدمے میں جہاں دار شاہ کے حالات، ہندوستان کی سیاسی زندگی میں اس کا حصہ اور اس کی ادبی زندگی پر تفصیل سے لکھا اور اس کی ولادت اور وفات کا سال متعین کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔ میر حسن اپنی مثنوی ''سحرالبیان'' کی وجہ سے خاص شہرت رکھتے ہیں، اس کے علاوہ انہوں نے گیارہ مثنویاں اور بھی لکھی تھیں۔ ان مثنویوں کے دنیا بھر میں جو اہم نسخے دستیاب ہیں ان کی مدد سے ڈاکٹر وحید قریشی نے ''مثنویاتِ میر حسن'' کی تدوین کی اور مقدمے میں تصحیح کے مآخذ کی تفصیلات بھی درج کیں۔ ان کے علاوہ ڈاکٹر وحید قریشی نے ''مقدمہ شعر و شاعری'' (الطاف حسین حالی)، ''دیوان سودا'' (مرزا رفیع سودا)، ''پنجاب میں اُردو'' (حافظ محمود شیرانی)، ''دیوان آتش'' (خواجہ حیدر علی آتش) اور میر حسن کی مثنوی ''سحرالبیان'' کی بھی تدوین کی۔

قدیم دکنی ادب کی دریافت اور ترتیب و تدوین کے سلسلے میں ڈاکٹر جمیل جالبی نے بھی نہایت اہم کام کیے ہیں، ''دیوان حسن شوقی'' (۱۹۷۱ء) اور ''دیوان نصرتی'' (۱۹۷۲ء) پہلی بار ان کے توسط سے منظرِ عام پر آئے۔ سخاوت مرزا نے ان سے پہلے حسن شوقی کی تین غزلیں، ایک قلمی بیاض سے تلاش کی تھیں۔[۱۶] ڈاکٹر جمیل جالبی نے مختلف بیاضوں سے حسن شوقی کا کلام یک جا کر کے دیوان کی صورت میں شائع کیا، اس میں حسن شوقی کی طویل مثنوی ''فتح نامہ نظام شاہ'' اور ''میزبانی نامہ'' سلطان محمد عادل شاہ کے علاوہ تیس (۳۰) غزلیں شامل ہیں۔

ڈاکٹر جمیل جالبی کے یہ دونوں کام اُردو کی گمشدہ کڑیوں کو ملانے میں اہم دریافت کی حیثیت رکھتے

ہیں۔ مثنوی ''کدم راؤ پدم راؤ'' (فخر دین نظامی) کی تدوین ڈاکٹر جمیل جالبی کا سب سے اہم کارنامہ ہے۔ یہ اُردو کی پہلی تصنیف ہے اور اس کا جو نسخہ کتب خانہ انجمن ترقی اُردو کراچی میں موجود ہے، وہ دنیا کا واحد اور اُردو زبان کا قدیم ترین ادبی ولسانی نمونہ ہے۔ یہ مثنوی جس املا میں لکھی گئی ہے اس کی وجہ سے اس کا پڑھنا بے حد دشوار تھا، مولوی عبدالحق کی بڑی شدید خواہش تھی کہ یہ مثنوی کسی طرح پڑھ لی جائے اور پھر شائع کر دی جائے۔ انہوں نے برصغیر پاک و ہند کے ماہرین فن کے پاس اس کے عکس بھی روانہ کیے تھے، قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی کو اس کام پر مامور بھی کیا گیا، مثنوی کا مخطوطہ بھی کافی عرصے ان کے پاس رہا لیکن ان کی عمر نے وفا نہ کی۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے بڑی دیدہ ریزی و محنت سے اس مثنوی کو پڑھنے میں کامیابی حاصل کی اور مفصل مقدمے کے ساتھ مثنوی کے متن کو مخطوطے کے عکس کے ساتھ شائع کیا۔ مثنوی ''کدم راؤ پدم راؤ'' کی تدوین و اشاعت تاریخ ادب کا ایک اہم واقعہ ہے اب تک پاکستان میں جتنے قدیم متون مدون کیے گئے ہیں ان میں ''فخر دین نظامی'' کی اس مثنوی کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کو ان کے اس تحقیقی کارنامے پر شعبہ اُردو، سندھ یونیورسٹی نے ''ڈی لٹ'' کی اعلیٰ ترین سند بھی عطا کی ہے۔

جنرل سیکریٹری انجمن ترقی اُردو (ہند) اُصول تحقیق اور تدوین متن کے مسائل پر اہم ترین کتاب ''متنی تنقید'' کے مصنف ڈاکٹر خلیق انجم نے ترتیب و تدوین متن کے جدید اُصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے عملی تدوین کے مثالی نمونے بھی پیش کیے۔ ان کی تحقیق و تدوین کا مرکزی موضوع ''مکاتیب'' ہیں۔ مرزا مظہر جان جاناں کے خطوط پر انہوں نے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۶۱ء میں خلیق انجم نے ''غالب کی نادر تحریریں'' کے نام سے غالب کے بعض اُردو خطوط اور تحریریں مرتب کیں۔ ۱۹۷۴ء میں ''غالب اور شاہان تیموریہ'' کے نام سے ایک کتاب لکھی اور غالب کے تمام اُردو خطوط'' پانچ جلدوں'' میں مدون کیے۔ ''مرقع غالب'' کے نام سے ان کی مرتبہ کتاب میں غالب کا اُردو کلام اور غالب کے تقریباً سو اُردو خطوط کے عکس شامل ہیں۔ اس کے علاوہ ''جوش ملیح آبادی کے خطوط''، ''جوش بنام ساغر''، ''جگر مرادآبادی'' اور ''علی سردار جعفری کے خطوط'' بھی مدون کر کے شائع کر چکے ہیں۔ محمد رفیع سودا کا ''دیوان'' اور ''معراج العاشقین'' کی تدوین نو کا کام بھی انہوں نے سرانجام دیا ہے۔

ڈاکٹر تنویر علوی نے ''ذوق: سوانح و انتقاد'' پر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ڈگری کے حصول کے بعد کئی سال تک مسلسل محنت و کاوش کے بعد انہوں نے ''کلیات ذوق'' کو دو جلدوں میں مدون کیا۔ مجلس ترقی ادب، لاہور کی جانب سے اس کی اشاعت ۱۹۶۷ء میں عمل میں آئی۔ اس پر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے ڈاکٹر تنویر علوی کو اپنی تاریخ کی پہلی ڈی لٹ ''ڈکتور ادب'' کی ڈگری عطا کی۔ [۱۷] ''کلیاتِ ذوق'' کی اشاعت کے بعد مجلس ترقی ادب لاہور نے ''کلیات شاہ نصیر'' کی تدوین کا کام ان کے سپرد کیا جو چار جلدوں میں مرتب ہوا۔

حیدرآباد دکن کے اودگیر نامی شہر میں پیدا ہونے والے ڈاکٹر معین الدین عقیل (۱۹۴۶ء)، مولوی عبدالحق، ڈاکٹر محی الدین قادری زور، سخاوت مرزا اور افسر امروہوی کی روایت کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ تحقیق و تنقید ان کا خاص میدان ہے لیکن قدیم متون کی دریافت، تصحیح و تدوین کے سلسلے میں بھی انہوں نے قابل قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ اس سلسلے میں ان کا سب سے نمایاں کارنامہ ''اُردو کی اولین نسوانی خودنوشت 'بیتی کہانی' (شہربانو بیگم، دختر نواب اکبر علی خان رئیس پاٹودی)'' کی تدوین ہے جس پر سندھ یونیورسٹی نے انہیں ڈی لٹ کی ڈگری عطا کی ہے۔ اس خودنوشت کا نسخہ ڈاکٹر محمد ایوب قادری کو ان کے انتقال سے کچھ عرصہ قبل دستیاب ہوا تھا۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل نے ان کے فرزند سعید حسن قادری سے اس نسخے کا عکس حاصل کر کے مقدمہ، حواشی و تعلیقات کے ساتھ ۱۹۹۵ء میں اسے بڑی خوش اُسلوبی سے مدوّن کیا۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر معین الدین عقیل نے ''کلام نیرنگ'' (غلام بھیک نیرنگ) اور "Resurgence of Muslim Separtism in British India, A selection of unpublished correspondence between Mohammad Ali Jinnah and Mir Ghulam Bhik Nairang" بھی مرتب کی جس میں پینتیس (۳۵) خطوط اور اُنیس (۱۹) ٹیلی گرام ہیں، یہ وہ خطوط ہیں جو میر غلام بھیک نیرنگ اور قائداعظم محمد علی جناح کے درمیان جدوجہد آزادی کے دنوں میں لکھے گئے۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل نے عبدالغفار خان کی کتاب ''ایک نادر سفر نامہ، دکن کے اہم مقامات کے احوال وکوائف'' کی بھی تدوین کی۔ یہ سفر نامہ قائم گنج سے حیدرآباد دکن کے سفر کے حالات و مشاہدات پر مشتمل ہے۔

بیسویں صدی خاص طور پر تقسیم برصغیر کے بعد اُردو تحقیق اور تصحیح متن کی روایت میں قابل قدر اضافے ہوئے۔ متعدد نئے متون دریافت ہوئے، نظم و نثر کے قدیم متون کو دریافت کیا گیا، شعراء اور نثر نگاروں کے حالات پر بھی تحقیق ہوئی، ادبی تاریخیں اور تذکرے بھی تصنیف ہوئے، ڈاکٹر خلیق انجم لکھتے ہیں:

> ''ملک کی آزادی اور تقسیم کے بعد اُردو تحقیق و تدوین میں وہ کام شروع ہوا جو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ یہ بات پوری ذمہ داری کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ ہندوستان میں پہلے سینتیس برسوں میں ادبی تحقیق میں جتنا کام ہوا ہے اُردو کی پوری تاریخ میں نہیں ہوا۔''[۱۸]

پاکستان میں صورت حال اس حوالے سے تھوڑی مختلف رہی کہ قیام پاکستان کے کچھ عرصے بعد تک تحقیق و تدوین کا سلسلہ ایک حد تک منتشر رہا۔ اس عبوری مدت میں مولوی محمد شفیع، ڈاکٹر سید عبداللہ اور ڈاکٹر عندلیب شادانی جیسے محققین جو قیام پاکستان سے قبل تحقیق کی دنیا میں معتبر حیثیت حاصل کر چکے تھے، کی ذاتی کاوشیں اُردو تحقیق کے تسلسل کو برقرار رکھنے میں کامیاب ہوئیں، جو قیام پاکستان کے وقت قریب

قریب ٹوٹ چکا تھا۔ تحقیق و تدوین کے صبر آزما عمل میں جن سہولتوں اور ماخذ کے ذخیروں کی ضرورت ہوتی ہے وہ تقسیم ہند کے سبب اور اس کے انتشار کے باعث یہاں میسر نہیں تھے۔ بھارت میں تحقیق کا تسلسل اسی طرح برقرار رہا کیونکہ وہاں معاشرہ مستحکم تھا، مستحکم رہا۔ وہاں ماخذ اور ذخائر کی کمی نہیں تھی۔ ٹانکی پور، رام پور، علی گڑھ، دہلی، حیدرآباد دکن، کلکتہ، بھوپال، بمبئی، پٹیالہ وغیرہ کے علمی ذخائر اُردو تحقیق کے لیے بڑی اہمیت رکھتے ہیں اور انہی سے وہاں اُردو تحقیق و تدوین اپنی روایات کے تسلسل کو برقرار رکھنے میں کامیاب ہوئی۔ پاکستان میں معاملہ اس کے برعکس تھا، یہاں محض ڈھاکہ اور پنجاب کی جامعات کے کتب خانے کے علاوہ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور ریکارڈ آفس اور پشاور محفوظات (آرکائیوز) تھے جن کی بدولت پاکستان میں تحقیق و تدوین کی روایت برقرار رہی اور ارتقائی منازل طے کرتی رہی۔

مذکورہ بالا سطور میں اُردو تدوین کی روایت کا آغاز کرنے والے اور اس روایت کو ارتقائی منازل کی طرف گامزن کرنے والے چیدہ چیدہ محققین کے نام اور ان کے نمائندہ کاموں کا سرسری تذکرہ کیا گیا۔[۱۹]

اُردو تدوین کی روایت میں یہ وہ نام ہیں جنہوں نے تحقیق و تدوین کو اپنی زندگی کا وظیفہ بنایا اور سرمایہ سمجھا۔ ان کے لیے تحقیق و تدوین نہ تو ان کا فرض منصبی تھا نہ فارغ اوقات کا کوئی مشغلہ۔ ان کا ذوق و شوق ہی ان کا رہنما رہا۔ آزادی سے قبل تحقیق و تدوین کے سلسلے میں مواد کے حصول کے لیے سہولیات کی بہت کمیابی تھی۔ آج فوٹو اسٹیٹ اور مائیکروفلم وغیرہ کی تکنیکی آسانیاں فراہم ہوگئی ہیں ان کے ذریعے نایاب کتابوں اور تحریروں کی نقول بآسانی حاصل ہوسکتی ہیں اور لائبریریوں میں بھی محفوظ کر لی جاتی ہیں۔ بڑے ذخیرہ ہائے کتب کی وضاحتی فہرستوں کی اشاعت سے کمیاب مواد کی نشان دہی بھی آسان ہوگئی ہے، یونیورسٹی گرانٹس کمیشن (اب ہائر ایجوکیشن کمیشن) کی جانب سے وظیفہ یاب اساتذہ کو تحقیقی کام جاری رکھنے کے لیے مستقل اور متواتر مدد بھی ملتی ہے اس کے علاوہ مختلف اکادمیوں اور اداروں کو بھی حکومتوں، اوقاف اور فاؤنڈیشن کی جانب سے سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں، یونیورسٹیوں کی لائبریریوں کی بڑے پیمانے پر توسیع ہوئی ہے اور اہم کتب خانوں کے ذخائر میں بھی اضافے ہوئے ہیں۔ بہت سا حوالہ جاتی ادب چھپ کر اب ہر عام و خاص کی دسترس میں ہے۔ پہلے شہروں کی خاک چھاننی پڑتی تھی، مہینوں کا کام برسوں اور دنوں کا کام ہفتوں میں انجام پاتا تھا، بے حساب محنت اور کثیر سرمایہ خرچ کرنے کے بعد بھی جو ہاتھ آتا اس سے تحقیق کرنے والا پوری طرح مطمئن نہ ہو پاتا تھا اور خوب سے خوب تر کی تلاش جاری رہتی، تشکیک کا ازالہ ہوتا، مواد جمع کیا جاتا اور اس کے بعد نشر و اشاعت کا صبر آزما مرحلہ سامنے آتا، ناواقفیت کی بنا پر ایک ہی سمت میں کئی کئی لوگ کام کرتے رہتے اور اچانک یہ پتہ چلتا کہ جس کام پر وہ کئی برس محنت کرتے رہے وہ کوئی اور پہلے ہی کر چکا ہے، مواد مختلف ذخائر کتب میں موجود ہوتا ہے کسی کو کہیں سے کچھ ملا اور اس نے سوچا کہ دوسرے منابع سے بھی استفادہ کر لے کہ اسی دوران اس جزوی اور نامکمل

مواد کو کوئی اور محقق لے گیا۔ اولیت کا فخر چھن گیا اور جس نے پہلے کام شروع کیا تھا وہ نقال بن گیا بلکہ بعض حالتوں میں سرقے کا ملزم بھی قرار پایا۔ یہ تمام صورتیں کاموں کی تیز رفتاری کی حالت میں پیش آتی ہیں اور فطری ہیں اور محقق و مدوّن کو ان مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

اُردو تدوین کی روایت میں تعلیمی اداروں اور یونیورسٹیوں میں ایم اے، ایم فل، پی ایچ ڈی اور ڈی لٹ کی اسناد کے حصول کے لیے ہونے والی تحقیق و تدوین کا اہم کردار رہا ہے۔ جامعات سے متعدد ایسی شخصیات وابستہ رہی ہیں جن کا نام مختلف زبانوں کے ادبیات کے حوالے سے سند اعتبار کی حیثیت رکھتا ہے۔ جامعات کے سندی مقالات کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے اور ان میں متعدد مقالے شائع ہو کر ہمارے تنقیدی، تحقیقی اور تدوینی سرمائے میں قابل قدر اضافے کا باعث بنے ہیں۔ ہندوستان، پاکستان کی بیشتر یونیورسٹیوں میں شعبۂ اُردو موجود ہے جہاں اساتذہ اور طلبہ باقاعدگی سے تحقیقی سرگرمیوں کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ یونیورسٹیوں سے باہر کی بعض مقتدر ہستیاں یونیورسٹیوں میں ہونے والی تحقیق کو قابل اعتنا نہیں سمجھتیں، ان کے نزدیک:

''یونیورسٹیوں میں اُردو ریسرچ کے نام پر جو کچھ ہو رہا ہے وہ محض تُک تحقیق ہے، قابل قدر تحقیق صرف مدرسے کے باہر ہو رہی ہے۔''[۲۰]

ایسا یک طرفہ فیصلہ صادر کرنا بھی جذباتیت اور کم علمی کی عطا ہے، اگر درس گاہوں کے باہر تحقیق اور خاص طور پر تدوین متن کے حوالے سے اعلیٰ پائے کا کام سرانجام دیا جا رہا ہے تو پروفیسر حافظ محمود شیرانی، مولوی عبدالحق، مولوی محمد شفیع، ڈاکٹر محی الدین قادری زور، مسعود حسن رضوی ادیب، غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر وحید قریشی، ڈاکٹر تنویر علوی اور ڈاکٹر خلیق انجم جیسے اکابر تحقیق جامعات کی آبرو ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ اساتذہ کبھی معمولی اعانت کے سہارے اور کبھی اپنی صلاحیت اور لیاقت بڑھانے کے لیے تحقیق و تدوین کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور دوسری طرف وہ طلبہ جو ایم فل، پی ایچ ڈی اور ڈی لٹ کی سند کے حصول کے لیے تحقیقی سرگرمی کا آغاز کرتے ہیں انھیں ایک خاص مدت کے اندر اپنا کام مکمل کرنا ہوتا ہے، عام طور پر ایم فل اور پی ایچ ڈی میں داخلہ لینے والے امیدوار عربی اور فارسی کی تعلیم سے بے بہرہ ہوتے ہیں، انگریزی یا کوئی دوسری زبان بھی بالعموم ان کو اس سطح پر نہیں آتی کہ وہ تحقیق میں ان کی معاون ہو سکے۔ تاریخ اور سماجی علوم سے بھی ان کی واقفیت نسبتاً کمزور ہوتی ہے۔ قدیم مخطوطوں کو پڑھنا اور سمجھنا ان کے لیے ایک مشکل مرحلہ ہوتا ہے۔ اسی لیے وہ ایسے موضوعات پر کام نہیں کرنا چاہتے جن کا تعلق قدیم ادبیات سے ہوتا ہے اور جن کے مطالعے میں تصوف، مذہبیات، اساطیر اور علاقائی روایتوں سے واقفیت کے بغیر کسی خاص کامیابی کی توقع مشکل سے ہوتی ہے۔ پھر ان طلبہ کے کام کی نگرانی کرنے والے اساتذہ اگر ان مجوزہ موضوعات میں دلچسپی لیتے بھی ہیں تو دیکھنا یہ ہوتا ہے وہ کتنا وقت طالب علم کی نگرانی کے لیے نکال سکتے ہیں وہ اپنے نقطۂ نظر سے مقالہ مرتب کرانا چاہتے ہیں یا طالب علم کو اپنی دریافت اور دلائل کی بنا پر خود نتائج

اخذ کرنے کے لیے آزاد چھوڑ دیتے ہیں۔اس کے علاوہ ہر یونیورسٹی میں حاضری کی بھی پابندی ہوتی ہے، مالی وسائل فراہم کرنا اور مختلف ارباب علم یا کتب خانوں سے استفادہ کرنے کے لیے سفر کرنا بھی ناگزیر ہوتا ہے جس کے لیے وقت اور پیسہ درکار ہوتا ہے اور سب سے اہم بات سند کے حصول کے لیے ایک مقررہ وقت کے اندر مقالہ مکمل کرنا ہوتا ہے اور تیز رفتار مسابقت کی وجہ سے معیار تحقیق سے زیادہ محققین کو ڈگری کے حصول کی فکر ہوتی ہے۔ان حالات میں علم وادب کی خالص خدمت یا اعلیٰ پایہ کے تحقیقی کام کی اُمید مشکل ہی سے کی جاسکتی ہے۔تاہم واقعی ذوق تحقیق رکھنے والا طالب علم اپنے کام کو حسن وخوبی سے انجام دے لیتا ہے اُردو کی مرکزی اور اعلیٰ پائے کی لائبریریاں کم ہیں۔مواد فراہم کرنے کی آسانیاں ہر کتب خانے میں موجود نہیں ہیں۔حوالہ جات کی کتابیں بھی بہت کم تعداد میں موجود ہیں بعض اوقات یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ ایک ہی موضوع پر کن کن اداروں میں کام ہو رہا ہے،ان حالات میں معیار کے یکساں کرنے کی اُمید کرنا غلط ہے۔معیار کا یہ فرق صرف سند حاصل کرنے والے اور آزادانہ کام کرنے والے محققین کے کارناموں ہی میں نہیں بلکہ مختلف یونیورسٹیوں اور ایک ہی یونیورسٹی کے مختلف طالب علموں میں بھی نظر آتا ہے۔

اُردو میں جو تحقیقی کام جامعات کی سطح پر ہوئے ہیں خالص دریافت اور انکشافات کے نقطۂ نظر سے ان کی نوعیتیں مختلف ہیں بلکہ بعض جگہ تو تحقیق وتنقید کی حدیں ایک دوسرے سے اس طرح مل گئی ہیں کہ ان کو جدا کرنا کارِ دشوار ہے۔جامعات میں سند کے حصول کے لیے لکھے جانے والے تحقیقی مقالات عام طور پر لسانیاتی، علاقائی، شخصیتی، تصنیفی، نظریاتی، صنفی اور مجلاتی تحقیق کا احاطہ کرتے ہیں حالاں کہ ادبیات کی تحقیق میں بنیادی اور اہم ترین کام قدیم متون کی تدوین وترتیب کا ہے لیکن سینکڑوں سندی مقالوں میں تدوین متن کے کام انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں۔

ڈھاکہ یونیورسٹی سے ۱۹۴۶ء میں ڈاکٹر محمد معزالدین نے ''قائم چاندپوری۔ترتیب کلام مع مقدمہ'' کے موضوع پر پی ایچ ڈی کی سطح کا کام کیا۔ڈاکٹر اورنگ زیب عالمگیر نے ''تدوین کلیات شعرناسخ'' پر ۱۹۸۲ء میں پنجاب یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد نے ایم فل کی سطح پر قدیم شعری ونثری متون کی تدوین کے حوالے سے درج ذیل موضوعات پر کام کروائے:

✧ طیب منیر۔''چراغ حسن حسرت کی غیرمدوّن نثری تحریروں کی تدوین اور ان کا مطالعہ''، ۱۹۹۴ء۔ریحانہ خاتون۔''مولانا ظفرعلی خان کی غیرمطبوعہ تحریریں'' (تدوین ومقدمہ)، ۱۹۹۵ء۔تابندہ بتول۔''سلیم واحد کے کلام کی تدوین''، ۱۹۹۵ء۔بدرمنیرالدین۔''مولوی عبدالحق کے غیرمدوّن خطوط کی تدوین''، ۱۹۹۷ء۔ثاقب نفیس۔''کاشف الحقائق (جلددوم) حواشی وتعلیقات''، ۱۹۹۷ء۔عذرابتول۔''صابردہلوی کے کلام کی

تدوین و مقدمہ''،۱۹۹۸ء۔

ڈاکٹر زاہد منیر عامر نے پی ایچ ڈی کی ڈگری کے حصول کے لیے ''میر سوز کے کلیات'' کی تدوین کی۔ ڈاکٹر شگفتہ زکریا نے ''شیخ ولی اللہ محبّ کے دیوان کی تدوین'' کر کے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ (۱۹۹۹ء میں سنگ میل پبلشرز لاہور نے اسے کتابی شکل میں شائع کیا۔)

پاکستان کی نسبت بھارت میں ایم فل، پی ایچ ڈی اور ڈی لٹ کی ڈگری کے حصول کے لیے قدیم متون کی تدوین کی طرف زیادہ توجہ دی گئی۔ قدیم شعری و نثری متون کی تدوین کے لیے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور پٹنہ یونیورسٹی کی خدمات قابل ذکر ہیں۔ عبدالمعبود نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ''گلدستۂ نازنیناں کی تدوین مع مقدمہ'' کے موضوع پر ایم فل کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے علاوہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ''تدوینِ متن'' کے مختلف موضوعات پر درج ذیل ریسرچ سکالرز نے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

- ڈاکٹر اسماء سعیدی، ''دیوان حسرت عظیم آبادی'' (ترتیب و تدوین)، ۱۹۶۸ء۔ ڈاکٹر امینہ خاتون، ''تدوین دریائے لطافت''۔ ڈاکٹر فاخرہ منصور، ''ترتیب و تدوین کلیات طالب علی خاں عیشی''۔ ڈاکٹر اظہار الحسن قریشی، ''تدوین دیوان ناسخ''۔ ڈاکٹر ذکیہ جیلانی، ''تدوین دیوان غالب یوسف علی خاں ناظم مع مقدمہ''۔ ڈاکٹر خورشید حمرا صدیقی، ''دیوان مرزا محمد تقی خاں تقی کی تدوین''۔ ڈاکٹر ضیاء فاطمہ ظفر، ''میر کے دیوان دوئم اور سوئم کی تنقید و تدوین''۔ ڈاکٹر محمد امین، ''میر کے چوتھے، پانچویں اور چھٹے دیوان کی تدوین مع مقدمہ''۔

ڈاکٹر نور الحسن نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے تذکرۂ 'عیار الشعراء' کی ترتیب و تدوین پر ''ڈی لٹ'' کی ڈگری حاصل کی۔ پٹنہ یونیورسٹی سے ڈاکٹر محمد ذکی الحق نے ۱۹۷۶ء میں ''غزلیات میر حسن دہلوی مع مقدمہ'' اور ڈاکٹر محمد طیب ابدالی نے ۱۹۸۴ء میں ''حضرت آسی غازی پوری۔ حیات و خدمات اور تدوین کلام'' کے موضوعات پر ڈی لٹ کی ڈگری حاصل کی۔ پٹنہ یونیورسٹی سے ڈاکٹر احسان کریم برق نے ''ترابی اور تدوین و ترتیب دیوان'' (۱۹۷۳ء)، ڈاکٹر شہناز ذکیہ نے عبرتی کی تصنیف ''ریاض الافکار کی تدوین'' (۱۹۹۱ء)، ڈاکٹر محبوب اقبال 'دیوان خلیل ترتیب و تدوین مع مقدمہ و حواشی'' (۱۹۹۱ء) کے تحت پی ایچ ڈی کی سطح کا کام کیا۔

جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن نے بھی قدیم متون کی ترتیب و تدوین کے حوالے سے ایم فل اور پی ایچ۔ ڈی کی سطح پر مختلف موضوعات پر کام کروایا جن میں ایم فل کی ڈگری کے لیے صالحہ بیگم نے ''دیوان قیس کی تنقیدی تدوین'' (۱۹۷۸ء) اور سید احمد علی قادری نے ''مثنوی گلدستہ کی تنقیدی تدوین از شیخ داؤد صنعتی'' (۱۹۸۲ء)، مہر سلطانہ افشاں نے معتبر خاں عمر اورنگ آبادی کی مثنوی ''یوسف زلیخا کی تنقیدی تدوین سنہ تصنیف ۱۱۰۰ھ/ ۱۶۸۶ء کے حوالے سے ۱۹۸۳ء میں کام کیا جب کہ حمیرا جلیلی نے

''سب رس کی تنقیدی تدوین'' (۱۹۷۵ء)، ابوالفضل سید محمود قادری نے وجدی کرنول کی مثنوی ''مخزن عشق کی تنقیدی تدوین'' (۱۹۷۸ء)، سید حفیظ الدین نے عشرتی کی مثنوی ''دیپک پتنگ کی تنقیدی تدوین'' (۱۹۸۰ء)، محمد کلیم الحق قریشی نے ریحان لکھنوی کی مثنوی ''خیابان کی تدوین'' (۱۹۹۱ء) کر کے پی ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

دہلی یونیورسٹی میں بھی پی ایچ ڈی کی سطح پر قدیم شعری ونثری متون کی تدوین کے کام ہوئے جن میں درج ذیل خاص طور پر قابل ذکر ہیں:

- فضل حق کامل قریشی، ''دیوان میراثر دہلوی کی تدوین''، ۱۹۶۶ء۔اخسری افتخار، ''کلام ممنون کی تحقیقی اور تنقیدی تدوین مع مستند متن و مقدمہ''، ۱۹۷۰ء۔فرحت فاطمہ، ''کلام یقین کی تحقیقی و تنقیدی تدوین مع مستند متن و مقدمہ''، ۱۹۷۵ء۔فیاض، ''دیوان آفتاب کی تنقیدی تدوین''، ۱۹۸۵ء۔

جواہر لعل نہرو یونیورسٹی (نئی دہلی) نے ۱۹۹۱ء میں اشتیاق عالم کو ''جعفر زٹلی کے کلیات کی تدوین'' پر ایم فل کی ڈگری دی۔مندرجہ بالا سطور میں پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش کی ڈھاکہ یونیورسٹی میں ہونے والے ایم فل، پی ایچ ڈی اور ڈی لٹ کی اسناد کے حصول کے لیے کی جانے والی تحقیق و تدوین کے موضوعات کا اجمالی تذکرہ کیا گیا[۲۱] جس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ دیگر تحقیقی وتنقیدی موضوعات کی نسبت ''تدوین متن'' کے موضوعات پر یونیورسٹیوں کی سطح پر ہونے والا کام قدرے کم ہے، تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آج جو تحقیق ہو رہی ہے اُس میں یونیورسٹیوں کا حصہ ہر لحاظ سے اہم ہے۔

اُردو میں تحقیق و تدوین متن کی روایت کی ترقی اور ترویج میں جہاں مختلف محققین اور جامعات کی خدمات بے حد اہم ہیں وہاں بعض سرکاری، نیم سرکاری اور نجی تحقیقی و اشاعتی اداروں اور لائبریریوں نے بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔قدیم شعری ونثری متون کی دریافت اور پھر ان کی اشاعت کے سلسلے میں انجمن ترقی اُردو (ہند) کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

انجمن کو اس کی خدمات کے اعتبار سے دو ادوار میں تقسیم کیا ہے۔پہلا دور ۱۹۰۳ء سے ۱۹۳۶ء تک محیط ہے جس میں انجمن نے ایک خالص علمی اور ادبی ادارے کی حیثیت سے اُردو زبان و ادب کے فروغ میں اپنی تصنیفی و تالیفی سرگرمیاں جاری رکھیں۔انجمن کا دوسرا دور ۱۹۳۶ء سے شروع ہو کر ۱۹۴۷ء پر ختم ہوتا ہے۔

انجمن ترقی اُردو ہند نے درج ذیل قدیم شعری و نثری متون بھی تصحیح و ترتیب کے بعد شائع کیے:

- دیوان بہرام (بہرام جی جاماسپ جی بہرام) مرتبہ، مسلم ضیائی۔دیوان جوشش (جوشش عظیم آبادی) مرتبہ، قاضی عبدالودود۔دیوان فائز (نواب صدرالدین محمد خاں فائز دہلوی) مرتبہ، مسعود حسن رضوی ادیب۔دیوان نظیر اکبرآبادی (نظیر اکبرآبادی) مرتبہ، مرزا فرحت اللہ

بیگ۔ دیوان یقیں (انعام اللہ خاں یقیں) مرتبہ، مرزا فرحت اللہ بیگ۔ کلیات ولی (ولی اورنگ آبادی) مرتبہ، علی حسن مارہروی۔ کلیات ولی (بعد مقالہ و نظر ثانی) مرتبہ، نورالحسن ہاشمی۔ تذکرہ شعرائے اُردو (میر حسن دہلوی) مرتبہ، حبیب الرحمٰن خان شروانی۔ گلزار ابراہیم مع تذکرہ گلشن ہند (نواب ابراہیم خاں خلیل) مرتبہ ڈاکٹر محی الدین قادری زور۔

''انجمن ترقی اُردو'' کے دور اول کی متعدد مطبوعات کے دوسرے ایڈیشن ''انجمن ترقی اُردو پاکستان'' سے شائع ہوئے اور کئی اہم کتابیں جنہیں ''انجمن ترقی اُردو (ہند)'' نے ۱۹۴۷ء یا اس سے قبل کے اپنے اشاعتی منصوبے میں شامل کر رکھا تھا، ''انجمن ترقی اُردو پاکستان'' سے شائع ہوئیں اور یہ سلسلہ اب بھی پوری لگن کے ساتھ جاری ہے۔ ان کے علاوہ درج ذیل کتب بھی تصحیح، ترتیب و تدوین کے بعد ''انجمن ترقی اُردو پاکستان'' نے شائع کیں:

✧ فرہنگ اصطلاحات پیشہ وراں (پانچ جلدیں) مرتبہ، مولوی ظفر الرحمٰن دہلوی۔ نوادرالالفاظ (سراج الدین علی خاں آرزو) مرتبہ، ڈاکٹر سید عبداللہ۔ لولوئے ازغیب (شولال) مرتبہ، ڈاکٹر محمد ایوب قادری۔ داستان سحرالبیان (میر غلام عشرت) مرتبہ، ڈاکٹر احمد سجاد۔ دیوان حسن شوق (حسن شوق) مرتبہ، ڈاکٹر جمیل جالبی۔ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ (نظامی دکنی) مرتبہ، ڈاکٹر جمیل جالبی۔ دیوان شاہ تراب (شاہ تراب) مرتبہ ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش۔ مثنوی نل دمن (احمد سراوی) مرتبہ، ڈاکٹر سید عبداللہ۔ گلشن ہمیشہ بہار (نصر اللہ خاں خویشگی) مرتبہ، ڈاکٹر اسلم فرخی۔ قطعۂ منتخب (عبدالغفور نساخ) مرتبہ، ڈاکٹر انصار اللہ نظر۔ عروس الاذکار (نصیرالدین نقش حیدرآبادی) مرتبہ، افسر صدیقی۔ شام غریباں (لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی) مرتبہ، اکبرالدین صدیقی۔ خالق باری (ضیاء الدین خسرو شاہ) مرتبہ، حافظ محمود شیرانی۔ مقامات ناصری (میر ناصر علی دہلوی) مرتبہ، انصار ناصری۔ طنزیات و مقالات (میر محفوظ علی) مرتبہ، محی الدین بدایونی۔ غالب کے خطوط (پانچ جلدیں) مرتبہ، ڈاکٹر خلیق انجم۔ دیوان غالب کامل (اشاعت سوم) مرتبہ، کالی داس گپتا رضا۔ ہنگامۂ دل آشوب (غالب کی لسانی تحقیق کے جواب اور جواب الجواب کے طور پر لکھی جانے والی تحریروں کا مجموعہ) مقدمہ و حواشی، سید قدرت نقوی۔ مثنوی سیف الملوک (میاں محمد بخش) مرتبہ، شفیع عقیل۔ انتخاب کلام ناسخ (ناسخ) مرتبہ، رشید حسن خان۔ مثنویات شوق (مرزا محمد شوق) مرتبہ، رشید حسن خان۔ [۲۲]

''انجمن ترقی اُردو (ہند)'' اور ''انجمن ترقی اُردو پاکستان'' کے علاوہ ''مجلس ترقی ادب لاہور'' [۲۳] نے اُردو کے کلاسیکی ادب کو مرتب و مدون کر کے چھاپنے کی طرف خصوصی توجہ کی۔ اُردو زبان اور علم و ادب کی خدمات کے لیے مجلس ترقی ادب لاہور اس اعتبار سے بے مثال ادارہ ہے کہ جن اہم مقاصد کے لیے اس کا قیام عمل میں آیا تھا اس سے عہدہ برا ہونے کے لیے اس نے فرض شناسی اور کارکردگی کا بہترین

نمونہ پیش کیا ہے۔ مجلس ترقی ادب نے بلند پایہ ادب اور غیر ملکی زبانوں کی معیاری کتب کے تراجم شائع کرنے کا کام بڑی خوبی سے انجام دیا۔ مجلس کی سب سے زیادہ توجہ اُردو کی کلاسیکی کتب کو مرتب و مدون کرکے چھاپنے کی طرف رہی چنانچہ قدیم ترین نسخوں کی مدد سے کلاسیکی کتب مرتب کرکے شائع کی گئیں ان کتب کے مصنفین پر سوانحی اور ان کی علمی و ادبی حیثیت پر تنقیدی مقدمات شامل کیے گئے۔ ان کے متون میں رموز و اوقات پر خاص توجہ دی گئی۔ موجودہ دور کے املا کو گزشتہ زمانے کے املا پر ترجیح دی گئی تا کہ قارئین کو کتاب پڑھنے میں وقت نہ ہو۔ مجلس نے غیر مطبوعہ کتب اور مخطوطات کو بھی مدون کیا۔ ان کتابوں کی بھی دوبارہ تدوین کی جو کمیاب تھیں اور تاریخ ادب کا تقاضا تھا کہ ان گم شدہ یا غیر معروف کڑیوں کا سراغ لگا کر انہیں اپنے اصلی مقام پر فائز کیا جائے۔ ایسی کتابوں کو بھی مجلس نے دوبارہ مرتب کیا جن کے متن بازار میں دستیاب ضرور تھے لیکن اس قدر غلط اور ناقص صورت میں کہ دوبارہ ان پر کام ہونا لازمی تھا۔ ''مجلس ترقی ادب لاہور'' نے فورٹ ولیم کالج کی تقریباً تمام ممکن الحصول کتب دوبارہ شائع کیں۔ فورٹ ولیم کالج کی کتابیں انگلستان، بھارت اور پاکستان کی مختلف لائبریریوں سے حاصل کی گئیں اور انہیں ترتیب و تدوین کے جدید اُصولوں کے مطابق مرتب کیا گیا۔ ''مجلس ترقی ادب لاہور'' نے کلاسیکی ادب کے علاوہ دیگر تدوینی خدمات بھی انجام دیں۔ سرسید تحریک کے سلسلے میں سرسید احمد خان، مولانا الطاف حسین حالی، محمد حسین آزاد، شبلی نعمانی وغیرہ کے ادبی کارناموں کو شائع کیا۔ سرسید احمد خان کے مقالات کو سولہ (۱۶) حصوں میں مرتب کیا۔ سوانحی تصانیف کو مرتب کرنا بھی مجلس کی خدمات میں شامل ہے۔ سوانحی تصانیف میں ''مومن، حالات زندگی اور کلام'' اور ''کلب علی خاں فائق'' اور ''ذوق، سوانح اور انتقاد'' از ڈاکٹر تنویر علوی بالخصوص قابل ذکر ہیں۔

کلب علی خاں فائق اور خلیل الرحمٰن داؤدی نے مجلس کے متون کی تصحیح و ترتیب میں بڑی قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ انہوں نے جن قدیم شعری و نثری متون کو مرتب کیا ان کی تصحیح و تدوین کے لیے تمام ممکن الحصول مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مآخذ استعمال کیے ہیں۔ مقدمات میں متون کے مصنفین کے حالات اور تصانیف پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ مجلس ترقی ادب لاہور نے خلیل الرحمٰن داؤدی اور کلب علی خاں فائق کے مرتبہ درج ذیل متون شائع کیے:

- دیوان درد (خواجہ میر درد) مرتبہ، خلیل الرحمٰن داؤدی۔ بہار دانش (مرزا جان طپش) مرتبہ، خلیل الرحمٰن داؤدی۔ کلیات انشا، (انشاء اللہ خان انشا،) مرتبہ، خلیل الرحمٰن داؤدی۔ اُردو کی قدیم منظوم داستانیں، مرتبہ، خلیل الرحمٰن داؤدی۔ سروش سخن (فخر الدین حسین سخن) مرتبہ، خلیل الرحمٰن داؤدی۔ نورتن (محمد بخش مہجور) مرتبہ، خلیل الرحمٰن داؤدی۔ قصہ اگر گل، مرتبہ، خلیل الرحمٰن داؤدی۔ مجموعہ نثر غالب، مرتبہ، خلیل الرحمٰن داؤدی۔ کلیات میر (جلد اول تا ششم) مرتبہ، کلب علی خان فائق۔ کلیات مومن (مومن خاں مومن) مرتبہ، کلب علی خان فائق۔ کلیات شیفتہ (نواب

مصطفیٰ خان شیفتہ) مرتبہ، کلب علی خان فائق۔کلیات سالک (قربان علی بیگ سالک) مرتبہ، کلب علی خان فائق۔کلیات نظام (نظام رام پوری) مرتبہ، کلب علی خان فائق۔کلیات تسیم (تسیم دہلوی) مرتبہ، کلب علی خان فائق۔کلیات قلق (حکیم غلام مولیٰ قلق) مرتبہ، کلب علی خان فائق۔یادگار داغ (داغ دہلوی) مرتبہ، کلب علی خان فائق۔تاریخ لاہور (کنہیا لال ہندی) مرتبہ، کلب علی خان فائق۔تاریخ پنجاب (کنہیا لال ہندی) مرتبہ، کلب علی خان فائق۔تذکرہ گلشن بے خار (مصطفیٰ خان شیفتہ) مرتبہ، کلب علی خان فائق۔

ان کے علاوہ مجلس ترقی ادب لاہور نے درج ذیل شعری متون بھی تصحیح و تدوین کے بعد شائع کیے:

- کلیات سودا (چار جلدیں) مرتبہ، ڈاکٹر محمد شمس الدین صدیقی۔کلیات آتش (آتش) مرتبہ، مرتضیٰ حسین فاضل۔کلیات جرأت (جرأت) مرتبہ، ڈاکٹر اقتدا حسن۔دیوان میر مہدی مجروح (میر مہدی مجروح) مرتبہ، ریاض احمد چوہدری۔دیوان جہاں دار (جہاں دار شاہ) مرتبہ، ڈاکٹر وحید قریشی۔کلیات مصحفی (جلد اول تا نہم) مرتبہ، ڈاکٹر نور الحسن نقوی۔کلیات نظم حالی (جلد اول و دوم) مرتبہ، ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی۔مہتاب داغ (داغ دہلوی) مرتبہ، سید سبط حسن۔اُردو کی دو قدیم مثنویاں (از اسمٰعیل امروہوی) مرتبہ، نائب حسین نقوی۔کلیات شاہ نصیر (جلد اول تا چہارم) مرتبہ، ڈاکٹر تنویر احمد علوی۔انتخاب غزلیات امیر خسرو، مرتبہ، وزیر الحسن عابدی۔کلیات ناسخ (جلد اول، دوم) مرتبہ، یونس جاوید۔دیوان صبا (صبا) مرتبہ، عابد علی عابد۔دیوان عمید لوئکی (عمید لوئکی) مرتبہ، ڈاکٹر نذیر احمد۔دیوان مہ لقا چندا بائی (ماہ لقا چندا بائی) مرتبہ، شفقت رضوی۔مثنوی نشت عدل، مرتبہ، گوہر نوشاہی۔مثنوی رمز العشق (غلام قادر شاہ) مرتبہ، گوہر نوشاہی۔پدماوت (اُردو) میر ضیاء الدین عبرت و غلام علی عشرت، مرتبہ، گوہر نوشاہی۔واسوخت (امانت لکھنوی)، مرتبہ، قیوم نظر۔

نثری متون کی تدوین کا کام بھی مجلس ترقی ادب لاہور کے تحت اسی توجہ اور مستعدی سے ہوا۔

- عجائب القصص (شاہ عالم ثانی) مرتبہ، راحت افزا بخاری۔مذہب عشق (نہال چند لاہوری) مرتبہ، خلیل الرحمٰن داؤدی۔اخلاق ہندی (میر بہادر علی حسینی) مرتبہ، ڈاکٹر وحید قریشی۔توتا کہانی (حیدر بخش حیدری) مرتبہ، ڈاکٹر وحید قریشی۔جامع الحکایات ہندی (شیخ محمد صالح عثمانی) مرتبہ، ڈاکٹر محمد باقر۔بیتال پچیسی (مظہر علی ولا) مرتبہ، گوہر نوشاہی۔نتائج المعانی (آغا محمود بیگ راحت) مرتبہ، گوہر نوشاہی۔ریاض دلربا (لالہ گمانی لال) مرتبہ، محمد سلیم الرحمٰن۔آرائش محفل (حیدر بخش حیدری) مرتبہ، ڈاکٹر اسلم قریشی۔باغ اُردو (شیر علی افسوس) مرتبہ، کلب علی خاں فائق۔شگفتا (کاظم علی جوان) مرتبہ، ڈاکٹر اسلم قریشی۔

مجلس ترقی ادب لاہور نے مندرجہ ذیل تذکروں کو بھی صحت متن کے ساتھ شائع کیا۔

- تذکرہ گلستان سخن (قادر بخش صابر دہلوی) دو جلدیں، مرتبہ، ڈاکٹر خلیل الرحمٰن داؤدی۔ تذکرہ مخزن نکات (قائم چاند پوری) مرتبہ، ڈاکٹر اقتدا حسن۔ تذکرہ بہارستان ناز (حکیم فصیح الدین رنج) مرتبہ، ڈاکٹر خلیل الرحمٰن داؤدی۔ تذکرہ گلشن بے خار (نواب محمد مصطفیٰ خان شیفتہ) مرتبہ، کلب علی خاں فائق۔ تذکرہ خوش معرکہ زیبا (سعادت خان ناصر) مرتبہ، مشفق خواجہ۔

اُردو کے کلاسیکی ڈراموں کی ترتیب و تدوین اور ان کی از سر نو طباعت و اشاعت میں بھی مجلس نے اہم کردار ادا کیا۔ اس سلسلے میں امتیاز علی تاج کی خدمات ناقابل فراموش ہیں:

- خورشید (اُردو کا پہلا ڈرامہ) مرتبہ، امتیاز علی تاج۔ آرام کے ڈرامے (نسرون جی مہروان جی آرام) مرتبہ، امتیاز علی تاج۔ ظریف کے ڈرامے (حسینی میاں ظریف) مرتبہ، امتیاز علی تاج۔ رونق کے ڈرامے (محمود میاں رونق) مرتبہ، امتیاز علی تاج۔ حباب کے ڈرامے (الف خاں حباب) مرتبہ، امتیاز علی تاج۔ حافظ عبداللہ کے ڈرامے (حافظ عبداللہ) مرتبہ، امتیاز علی تاج۔ کریم الدین مراد کے ڈرامے (کریم الدین مراد) مرتبہ، امتیاز علی تاج۔ طالب بنارسی کے ڈرامے (طالب بنارسی) مرتبہ، امتیاز علی تاج۔ آغا حشر کے ڈرامے (تین جلدیں) مرتبہ، عشرت رحمانی۔ رفیع پیر کے ڈرامے (رفیع پیرزادہ) مرتبہ، مرزا ادیب۔

مجلس نے ''غالبیات'' پر بھی خاص توجہ دی۔

دیوان غالب (نسخۂ عرشی) مرتبہ، امتیاز علی خان عرشی۔ دیوان غالب (نسخۂ حمیدیہ) مرتبہ، پروفیسر حمید احمد خان۔ عود ہندی (اسداللہ خاں غالب) مرتبہ، مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی۔ کلیات غالب فارسی (تین جلدیں) مرتبہ، مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی۔ مجموعۂ نثر غالب (اسداللہ خاں غالب) مرتبہ، خلیل الرحمٰن داؤدی۔

سرسید احمد خان کے مقالات کے علاوہ مجلس نے دیگر دانش وروں کے مقالات اور مکتوبات کو بھی ترتیب دے کر صحت متن کے ساتھ شائع کیا۔

- مقالات حافظ محمود شیرانی (نو جلدیں) مرتبہ، مظہر محمود شیرانی۔ مقالات مولوی محمد شفیع (پانچ جلدیں) مرتبہ، احمد ربانی۔ مقالات تاثیر (ڈاکٹر محمد دین تاثیر) مرتبہ، ممتاز اختر مرزا۔ مقالات عبدالقادر (عبدالقادر) مرتبہ، محمد حنیف شاہد۔ موعظۂ حسنہ (نذیر احمد دہلوی) مرتبہ، سردار مسیح گل۔ مکاتیب مولانا محمد حسین آزاد، مرتبہ، مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی۔ ہادی النساء (مولوی سید احمد دہلوی) مرتبہ، سید یوسف بخاری دہلوی۔ انشائی فیضی، فارسی (ابوالفیض فیضی) مرتبہ، ڈاکٹر اے۔ ڈی۔ ارشد۔ مکتوبات سرسید (سرسید احمد خان) مرتبہ، شیخ اسماعیل پانی پتی (دو جلدیں)

ان کے علاوہ مجلس نے درج ذیل ناول بھی شائع کیے۔

- ابن الوقت (مولوی نذیر احمد) مرتبہ، سید سبط حسن۔ فردوس بریں (عبدالحلیم شرر) مرتبہ،

سیدوقارعظیم۔طرح دار لونڈی (سجاد حسین لکھنوی) مرتبہ، ڈاکٹر میمونہ بیگم انصاری۔نشتر (سجاد حسین انجم کسمنڈوی) مرتبہ،عشرت رحمانی۔ملک العزیز ورجنا (عبدالحلیم شرر) مرتبہ،ممتاز منگلوری۔

مجلس ترقی ادب کے اشاعتی کارناموں نے کتاب پر سرسری کام کرنے والوں میں ایک احساس ذمہ داری پیدا کرنے کی کوشش کی۔مجلس ترقی ادب کی طرف سے شائع ہونے والی کلاسیکی کتابوں کی سب سے اہم خصوصیت ان پر مبسوط اور عالمانہ مقدمے،حواشی اور تعلیقات ہیں۔مجلس نے ترتیب وتدوین متن کے کام کو ایک خاص معیار اور ذوق نظر دیا۔[۲۴]

مخطوطات اور قدیم متون کی تدوین اور اشاعت کے سلسلے میں ''مجلس اشاعت دکنی مخطوطات'' (حیدرآباد) [۲۵] کی خدمات بھی قابل ذکر ہیں۔حیدرآباد میں مسلمان امراء اور ارا کین دولت عثمانیہ کو کتب خانوں کے قیام اور مخطوطات ونوادر کے جمع کرنے کا خاص ذوق رہا ہے۔حیدرآباد میں مخطوطات اور نوادر کی تعداد پورے برصغیر میں پھیلے ہوئے مخطوطات ونوادر کی تعداد سے بہت زیادہ ہے۔''مجلس اشاعت دکنی مخطوطات'' کا قیام ۱۹۳۵ء میں مخطوطات کی اشاعت کی اہمیت وافادیت کی بناء پر عمل میں آیا۔[۲۶] ''مجلس اشاعت دکنی مخطوطات'' نے دکنی مخطوطات کی اشاعت میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔مجلس کے تحت شائع ہونے والی کتب میں

- کلیات قلی قطب شاہ (قلی قطب شاہ) مرتبہ، ڈاکٹر محی الدین قادری زور۔کلیات سراج اورنگ آبادی (سراج اورنگ آبادی) مرتبہ،عبدالقادر سروری۔پھول بن (ابن نشاطی) مرتبہ،میر سعادت علی رضوی۔طوطی نامہ (غواصی) مرتبہ، میر سعادت علی رضوی۔گلشن عشق (نصرتی) مرتبہ، سید محمد۔خاص اہمیت کی حامل ہیں۔قدیم دکنی اُردو کی یہ وہ کتابیں ہیں جن سے اُردو زبان کے آغاز اور اس کے ارتقاء کی تاریخ کا پتہ چلتا ہے۔

''ادارہ ادبیات اُردو'' (حیدرآباد دکن) [۲۷] نے بھی قدیم دکنی شہ پاروں کو صدیوں کی گرد سے نکال کر اُردو داں طبقے سے متعارف کرانے اور شائع کرنے کا کام بڑی خوبی سے سرانجام دیا۔ڈاکٹر محی الدین قادری زور اور ''ادارہ ادبیات اُردو'' ایک ہی روپ کے دو نام ہیں۔ڈاکٹر زور جب یورپ سے پی ایچ ڈی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے حیدرآباد آئے تو انہوں نے کچھ دوستوں کو جمع کر کے ایک علمی انجمن کی بنیاد ڈالی، جس نے بہت جلد (۱۹۳۱ء) میں ''ادارہ ادبیات اُردو'' کی شکل اختیار کر لی۔اس ادارے نے اُردو ادب کی قابل قدر خدمت کی۔اس سے نہ صرف بڑی تعداد میں مفید اور کارآمد ادبی، علمی، تاریخی و تنقیدی کتابیں شائع کیں بلکہ مختلف ذرائع سے عام لوگوں کو اُردو سکھانے اور ان میں ادبی ذوق پیدا کرنے کی کوشش کی اور ایک اچھے کتب خانے کی بناء ڈالی جس میں ہزاروں کی تعداد میں مخطوطات اور مطبوعات موجود تھیں۔

دکن کا ایک اور مشہور علمی و تحقیقی ادارہ "مجلس تحقیقات اُردو" بھی ہے جس نے قدیم اُردو ادبیات کی تدوین و اشاعت کا کام کیا۔ اس ادارے کے آنریری سیکریٹری پروفیسر عبدالقادر سروری تھے۔ اس ادارے کی جانب سے حضرت بندہ نواز گیسو دراز کی "شکارنامہ"، شاہ برہان الدین جانم کی "کلمۃ الحقائق"، "دیوان لطف"، "مثنویات شاہ کمال"، "دیوان صفا"، "مثنوی اکبر"، "کلیات شاہی" وغیرہ شائع ہوئیں۔

اُردو تدوین کی روایت میں مختلف لائبریریوں نے بھی اہم کردار ادا کیا۔ ان میں رضا لائبریری رام پور اور خدا بخش لائبریری پٹنہ خاص طور قابل ذکر ہیں۔ مسلمانوں نے ہر دور میں بڑے عظیم الشان اور یادگار کتب خانے قائم کیے۔ برصغیر میں مسلمانوں کے ہزار سالہ دور میں بھی یہ روایت قائم رہی۔ علماء، فضلاء، امراء و حکام یہاں تک کہ شاہان وقت بھی کتب خانوں کو اپنے طرز زندگی کا حصہ بنائے رکھتے تھے۔ جہانگیر، شاہ جہاں اور اورنگ زیب وغیرہ کے لشکر کے ساتھ ساتھ ان کا کتب خانہ اور کتب خانے کا عملہ بھی چلتا تھا۔ قومی اور ملکی سطح کے کتب خانوں کے علاوہ بعض افراد نے اپنے شوق کی تکمیل کے لیے ذاتی کتب خانوں کی بنیاد بھی رکھی۔ ان نجی کتب خانوں میں قلمی نسخے اور مشرقی علوم سے متعلق وسیع ذخیرہ کتب پر مشتمل "خدا بخش لائبریری، پٹنہ" منفرد حیثیت کی حامل ہے۔ عابد رضا بیدار نے اپنے عہد نظامت میں خدا بخش لائبریری پٹنہ کی طرف سے ایک تحقیقی مجلّہ "خدا بخش لائبریری جرنل" کے نام سے ۱۹۷۷ء میں جاری کیا۔ خدا بخش لائبریری جرنل کی مجلس ادارت میں قاضی عبدالودود، سید حسن عسکری، افسر الدولہ، فیاض الدین حیدر اور ڈاکٹر عابد رضا بیدار شامل رہے۔[۲۸] اس جرنل کی سب سے اہم خوبی یہ ہے کہ اس کے مندرجات کا تعلق کسی نہ کسی طرح کتب خانہ مذکور سے ضرور ہوتا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ رشید حسن خان: "ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ"، ص ۱۱ (علی گڑھ، ایجوکیشنل بک ہاؤس مسلم یونیورسٹی، ۱۹۷۸ء)

۲۔ ڈاکٹر خلیق انجم: "ہندوستان میں اُردو تحقیق و تدوین کا کام (۱۹۴۷ء سے ۱۹۸۵ء تک) مشمولہ "اُردو میں اصول تحقیق"، جلد دوم، ص ۱۸۲۔

۳۔ ڈاکٹر وحید قریشی: "مقالات تحقیق"، ص ۹ (لاہور، مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، ۱۹۸۸ء)

۴۔ ڈاکٹر تبسم کاشمیری: "ادبی تحقیق کے اُصول"، ص ۷ (اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۲ء)

۵۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی "منشی نولکشور۔ایک شاعر"، مطبوعہ قومی زبان، مارچ ۱۹۸۷ء، ص ۱۳۔

۶۔ ڈاکٹر گیان چند جین: ''کھوج'' ،ص ۲۱۱۔

۷۔ ایضاً ص ۲۱۱۔

۸۔ اس موضوع پر حافظ محمود شیرانی کا پہلا مضمون بعنوان ''خالق باری'' نومبر ۱۹۲۶ء کے اورینٹل کالج میگزین میں شائع ہوا۔

۹۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے:

i۔ پروفیسر سیدہ جعفر: ''ڈاکٹر زور'' (ہندوستانی ادب کے معمار)، (دہلی، ساہتیہ اکادمی، ۱۹۹۰ء)

ii۔ ڈاکٹر خلیق انجم: ''محی الدین قادری زور'' (دہلی، انجمن ترقی اُردو (ہند) ۱۹۸۹ء)

iii۔ ڈاکٹر اکبر حیدری: ''مطالعہ زور یعنی ڈاکٹر زور کی ادبی خدمات کا جائزہ'' (لکھنؤ، الماس بک ڈپو، حسین گنج، ۱۹۶۶ء)

۱۰۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:

i۔ پروفیسر نذیر احمد (مرتب): ''سید مسعود حسن رضوی ادیب (حیات اور کارنامے)'' (نئی دہلی، غالب انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۹۳ء)

ii۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی: ''مسعود حسن رضوی ادیب۔ حیات اور کارنامے'' (لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۹ء)

۱۱۔ پروفیسر نذیر احمد (مرتبہ): ''قاضی عبدالودود، تحقیقی وتنقیدی جائزے'' (دہلی، غالب انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۹۱ء)

۱۲۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: علی جواد زیدی (مرتب): ''مالک رام۔ ایک مطالعہ'' (نئی دہلی، مکتبہ جامعہ، ۱۹۸۶ء)

۱۳۔ مزید تفصیل کے لیے: خلیل احمد بیگ مرزا (مرتب): ''نذر مسعود'' (علی گڑھ، تعلیمی مرکز، ۱۹۸۹ء)

۱۴۔ ڈاکٹر انور سدید: ''اُردو ادب کی مختصر تاریخ'' ،ص ۲۵۲۔

۱۵۔ مزید تفصیل کے لیے: ڈاکٹر خلیق انجم (مرتب): ''مشفق خواجہ۔ ایک مطالعہ'' (نئی دہلی، کتاب نما، جامعہ نگر، ۱۹۸۵ء)

۱۶۔ سخاوت مرزا: ''اُردو کی ایک قلمی بیاض'' ،مشمولہ سہ ماہی ''اُردو'' ،اپریل ۱۹۵۴ء، بحوالہ ڈاکٹر معین الدین عقیل: ''پاکستان میں اُردو تحقیق، موضوعات اور معیار'' ،ص ۳۴۔

۱۷۔ ڈاکٹر تنویر علوی: ''اصول تحقیق وترتیب متن'' ،ص ۱۹

۱۸۔ ڈاکٹر خلیق انجم: ''ہندوستان میں اُردو تحقیق وتدوین کا کام (۱۹۴۷ء سے ۱۹۸۵ء تک)'' مشمولہ ''اُردو میں اُصول تحقیق'' (جلد دوم) ،ص ۱۸۳

۱۹۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے:

i۔ ڈاکٹر گیان چند جین: ''اُردو کی ادبی تحقیق آزادی سے پہلے''

ii۔ڈاکٹر خلیق انجم: ''ہندوستان میں اُردو تحقیق اور تدوین کا کام (۱۹۴۷ء سے ۱۹۸۵ء تک)
iii۔ڈاکٹر معین الدین عقیل: ''پاکستان میں اُردو تحقیق''
iv۔ڈاکٹر خلیق انجم: ''ہندوستان میں شائع ہونے والی اہم تحقیقی و تدوینی کتابیں (آزادی کے بعد)''
v۔پروفیسر نثار احمد فاروقی: ''اُردو میں تحقیق کی روایت اور قاضی عبدالودود'' مشمولہ'' قاضی عبدالودود تحقیقی و تنقیدی جائزے'' مرتبہ نذیر احمد
vi۔ڈاکٹر خلیق انجم: '' قاضی عبدالودود سے قبل اُردو تحقیق اور متنی تنقید''، مشمولہ'' قاضی عبدالودود تحقیقی و تنقیدی جائزے''
vii۔ڈاکٹر تنویر علوی: '' آزادی کے بعد دہلی میں اُردو تحقیق''
viii۔ڈاکٹر گیان چند جین: ''اُردو تحقیق پر ایک نظر''، مشمولہ'' رہبر تحقیق'' (مجموعہ مقالات) لکھنؤ یونیورسٹی
ix۔ڈاکٹر وحید قریشی: ''پاکستان میں اُردو تحقیق کے دس سال (۱۹۵۸ء-۱۹۶۸ء)'' مشمولہ'' مقالات تحقیق''
x۔ڈاکٹر جمیل جالبی: ''اُردو تحقیق کی روایت''، مشمولہ'' ادبی تحقیق''، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۴ء
xi۔ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش: ''اُردو ادب میں تحقیق کی روایت''، مشمولہ'' خیابان'' اصناف نثر نمبر، مجلّہ، شعبۂ اُردو جامعہ پشاور، ۹۵-۱۹۹۴ء
xii۔ڈاکٹر ملک حسن اختر: ''ادبی تحقیق'' مشمولہ'' تہذیب و تحقیق''، لاہور، یونیورسل بکس، اُردو بازار، ۱۹۸۹ء

۲۰۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی: ''پاکستانی جامعات میں ادبی تحقیق''، مشمولہ'' اُردو تحقیق مسائل و رفتار'' مرتبہ اسد فیض، ص۲۱

۲۱۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے:
i۔ڈاکٹر سید معین الرحمٰن: ''اُردو تحقیق یونیورسٹیوں میں'' (لاہور، یونیورسل بکس اُردو بازار، ۱۹۸۹ء)
ii۔اسد فیض: ''اُردو تحقیق مسائل و رفتار'' (ملتان، ہم عصر پبلشرز، ۲۰۰۱ء)
iii۔سید فرحت حسین: 'ہندوستان کی یونیورسٹیوں میں اُردو تحقیق'، مشمولہ'' اُردو میں اُصول تحقیق''، جلد دوم، ص۳۱۱
iv۔ ڈاکٹر سید معین الرحمٰن: ''پاکستانی جامعات میں اُردو کے پینتیس سال (۱۹۴۷ء سے ۱۹۸۲ء تک)'' مشمولہ'' اُردو میں اُصول تحقیق''، جلد دوم، ص۳۵۴
v۔ڈاکٹر سید محمد حسنین: ''اُردو تحقیقات کی رفتار و سمت''، مشمولہ'' رہبر تحقیق''، ص۱۷

۲۲۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے:
i۔ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب: ''انجمن ترقی اُردو (ہند) کی علمی و ادبی خدمات'' (علی گڑھ ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۹۰ء)

ii۔سید ہاشمی فرید آبادی،''پنجاہ سالہ تاریخ انجمن ترقی اُردو'' (کراچی،انجمن ترقی اُردو پاکستان،۱۹۸۷ء)

۲۳۔ مئی ۱۹۵۰ء میں حکومت پنجاب کے محکمہ تعلیم نے اُردو زبان کی بقا اور ترقی کے لیے ایک لاکھ روپے کی ابتدائی امداد سے صوبائی وزیر تعلیم کی زیر صدارت لاہور میں ایک ادارہ قائم کیا جس کا نام ابتدا میں ''مجلس ترجمہ'' رکھا گیا۔ ۱۹۵۸ء میں حکومت مغربی پاکستان کی وزارت تعلیم نے مجلس کی تشکیل نو کی اور اس کا نام ''مجلس ترقی ادب'' رکھا۔ مجلس کے پہلے ناظم سید امتیاز علی تاج تھے۔ احمد ندیم قاسمی مجلس کے موجودہ ناظم ہیں۔ مجلس ترقی ادب لاہور کے بنیادی مقاصد یہ ہیں:

i۔اُردو کے کلاسیکی ادب کی اشاعت

ii۔عربی، فارسی اور مغربی زبانوں کی بلند پایہ علمی کتابوں کے تراجم اور حسب ضرورت متون کی اشاعت

iii۔بلند پایہ تحقیقی و تنقیدی ادب کی اشاعت

۲۴۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے:

i۔پروفیسر ایوب صابر:''پاکستان میں اُردو کے ترقیاتی ادارے'' (اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان)

ii۔سید امتیاز علی تاج:''مجلس ترقی ادب لاہور، تعارف اور خدمات''

iii۔ڈاکٹر گوہر نوشاہی:''مجلس ترقی ادب کی دہ سالہ تحقیقی خدمات''، مطبوعہ ''صحیفہ'' لاہور، دس سالہ قومی ترقی نمبر، اکتوبر ۱۹۶۸ء

iv۔روبینہ شہناز:''مجلس ترقی ادب کی تحقیقی خدمات''، مطبوعہ ''دریافت'' اسلام آباد، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، ۲۰۰۲ء

v۔اختر شاد:''خلیل الرحمٰن داؤدی کی تدوینی خدمات''، مطبوعہ ''صحیفہ'' اکتوبر دسمبر ۲۰۰۳ء، شمارہ ۱۷۷

۲۵۔ ''مجلس اشاعت دکنی مخطوطات'' کے سرپرست نواب میر یوسف علی خان سالار جنگ تھے، انہوں نے مجلس کے نام اخراجات کی ذمہ داری قبول کی۔ مجلس کے عہدے داروں میں سید محمد اعظم صدر اور ڈاکٹر محی الدین قادری زور نائب صدر تھے۔ مجلس کے ارکان میں پروفیسر عبدالمجید صدیقی، پروفیسر عبدالقادر سروری، پروفیسر سید محمد جیسے اصحاب علم وفن شامل تھے۔

۲۶۔ ابوسلمان شاہجہاں پوری/ امیر الاسلام صدیقی،''برصغیر پاک و ہند کے علمی و ادبی اور تعلیمی ادارے'' (جلد دوم)؛''علم و آگہی'' کا خصوصی شمارہ، ۷۵-۱۹۷۴ء، ص ۲۲۷

۲۷۔ ''ادارہ ادبیات اُردو'' ۱۹۳۱ء میں ڈاکٹر محی الدین قادری زور کی رہنمائی میں عبدالمجید صدیقی، نصیر الدین ہاشمی اور عبدالقادر سروری کے تعاون سے قائم ہوا۔ اُردو زبان و ادب کا فروغ اور اشاعت، قدیم آثار اور تاریخ ادب کے شہ پاروں کی حفاظت ''ادارہ ادبیات اُردو'' کے بنیادی مقاصد تھے۔ ''ادارہ ادبیات اُردو'' نے نشرو اشاعت کے کام پر خاص توجہ دی۔ اس ادارے کے ذریعے ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے نوجوان طبقے اور نئی نسل میں اپنی زبان کے لیے کام کرنے کی لگن پیدا کی۔ یہ ادارہ مختلف شعبوں میں تقسیم تھا، شعبہ

زبان، شعبہ تنقید، شعبہ سائنس، شعبہ خواتین، ادارہ ادبیات اُردو میں نایاب کتابوں کے علاوہ نادر اشیا، قدیم نقشہ جات، ادیبوں کے خطوط، گراں مایہ مخطوطات، قدیم دستاویزات بھی جمع کیے گئے۔

۲۸۔ ۲۹ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ایک وقف نامے کے ذریعے خاں بہادر خدا بخش (۱۸۴۲ء – ۱۹۰۸ء) نے اپنے تمام ذخیرہ کتب (جو انہیں ان کے مورث اعلیٰ قاضی ہیبت اللہ اور والد مولوی محمد بخش سے ورثے میں ملا اور اس ذخیرہ میں انہوں نے خود بھی بیش بہا اضافہ کیا) اس کی عمارت اور متعلقہ اراضی کو پبلک لائبریری کی قانونی حیثیت دے دی اور اس وقف نامے میں شرط رکھی کہ اس کے مخطوطات، پٹنہ کی حدود سے باہر نہ لے جائے جائیں گے۔ مخطوطات کی فراہمی کے لیے مولوی خدا بخش خاں نے محمد مکی نامی عرب کو ملازم رکھا ہوا تھا جو بلادِ اسلامیہ شام، عراق، سعودی عرب، مصر، ایران اور بیروت وغیرہ کا سفر کر کے نادر و نایاب مخطوطات جمع کرتا تھا۔ ان دنوں یہ لائبریری حکومت ہند کے زیرِ انتظام ہے۔ [حنا عنبرین: ''خدا بخش لائبریری جرنل (علمی و تحقیقی خدمات کا جائزہ)''، حیدر آباد، ادارہ علمی، ۱۹۹۵ء، ص ۱۷]

مجلہ	---------	تخلیقی ادب (ISSN # 1814-9030)
اشاعت	---------	سالانہ
شمارہ	---------	پانچ - جنوری دو ہزار آٹھ
سرورق	---------	عابد سیال
ناشر	---------	نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز، ایچ نائن، اسلام آباد۔
پریس	---------	نمل پرنٹنگ پریس، اسلام آباد۔
ای میل شعبہ اردو	---------	numl_urdu@yahoo.com

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز، اسلام آباد

تخلیقی ادب
نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز، اسلام آباد